ماہنامہ نصرۃ العلوم ستمبر ۲۰۲۲ء

[جلد ۲۷، شمارہ ۹]

::: فہرست :::

عنوانات	رشحات قلم	صفحہ
۱۔ حالات وواقعات	مولانا زاہد الراشدی	۲
۲۔ شرک کی مختلف قسمیں	مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتیؒ	۵
۳۔ شوقِ مطالعہ	مولانا محمد فیاض خان سواتی	۱۶
۴۔ دعوت دین کے تقاضے اور داعی کی صفات	مولانا زاہد الراشدی	۲۱
۵۔ قربِ قیامت کی چھ نشانیاں	مولانا محمد فیاض خان سواتی	۲۷
۶۔ قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنے کی شرعی حیثیت (۱)	مولانا قاری سعید احمد	۳۷
۷۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء: لازوال قربانیوں کے ثمرے کا دن	مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوری	۴۹
۸۔ ہم سیاسی لحاظ سے اکبری دور میں ہیں!	محمد واجد معاویہ	۵۴
۹۔ عیاشانہ زندگی کے خطرناک نتائج	امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	۵۸

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حالات وواقعات --- s --- مولانا زاہد الراشدی

شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم

توہین رسالتؐ کا سنگین جرم اور اس کے ضروری تقاضے

جامعہ محمدیہ چوبرجی لاہور کا استاذ مولوی عبد الشکور توہین رسالتؐ کے کیس میں گرفتار ہے، اس کے خلاف ایف، آئی، اے نے سوشل میڈیا قوانین کی خلاف ورزی پر مقدمہ درج کیا ہے اور اس میں توہین رسالتؐ کی دفعات بھی شامل ہیں، ملزم کو جوڈیشل ریمانڈ پر جیل بھیج دیا گیا ہے اور اس بات کا فیصلہ اب عدالت نے کرنا ہے کہ وہ مجرم ہے یا نہیں۔

ملزم مولوی عبد الشکور کے والد محترم مولانا حافظ عبد الصبور رحمہ اللہ تعالیٰ جامعہ نصرۃ العلوم میں سالہا سال پڑھتے رہے ہیں اور جامع مسجد نور کے امام بھی رہے ہیں جبکہ ملزم کے تایا شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی محمد اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگ اساتذہ میں سے ہیں، انہیں حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ سے تلمذ کا شرف حاصل تھا، ہری پور ہزارہ سے تعلق تھا، کئی سال جامعہ نصرۃ العلوم میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں اور اس کے بعد دار العلوم مدنیہ ڈسکہ کے شیخ الحدیث رہے ہیں۔

ملزم کے خلاف استغاثہ کا موقف یہ ہے کہ وہ سوشل میڈیا کے ایسے گروپوں سے منسلک چلا آرہا تھا جن میں نعوذ باللہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کھلم کھلا اہانت اور گستاخی کی جاتی رہی ہے، اس لیے وہ اس سنگین جرم میں ملوث ہے اور سزا کا مستحق ہے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، حضرات صحابہ کرامؓ، ازواج مطراتؓ اور اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کسی بھی درجہ میں اہانت، تحقیر، گستاخی سنگین اور شنیع جرم ہے، جس کی کسی بھی صورت اور کسی بھی درجہ میں حمایت خود شرعی جرم ہے، اس لیے ہم نے کیس شروع ہوتے ہی مطالبہ کیا تھا کہ اگر جرم ثابت ہوجائے تو ملزم کو سرِ عام پھانسی کی سزا دی جائے، ہم اس مطالبہ پر آج بھی قائم ہیں مگر ہمارے ہاں چونکہ اسی قسم کے کیس جھوٹے الزامات

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پر بھی بن جاتے ہیں جن پر اشتعال کی فضا میں ماورائے عدالت کارروائیاں بھی ہوتی آ رہی ہیں، اس لیے مذکورہ کیس میں اشتعال اور نفرت کی فضا گرم کرنے کی بجائے عدالت کو آزادنہ فیصلہ کرنے کا موقع دیا جائے اور جرم ثابت ہونے پر جتنی سنگین سزا بھی دی جا سکے وہ ہمارے نزدیک کم ہوگی، مگر عدالت کے کسی فیصلہ سے قبل اسے مجرم قرار دے کر اس کے خلاف نفرت کا ایسا ماحول قائم کر دینا جو بہت سے دیگر افسوسناک واقعات کی طرح کسی ماورائے عدالت اشتعال انگیز کارروائی کا سبب بن سکتا ہو، ہمارے نزدیک درست نہیں ہے۔

چونکہ اس سے قبل بعض واقعات میں ایسا ہو چکا ہے، اس لیے اس حوالے سے انتہائی احتیاط ضروری ہے، مثلاً

...... ☆ ہمارے ہاں گوجرانوالہ میں ایک حافظ قرآن کو قرآن کریم کی توہین کے الزام میں مشتعل لوگوں نے سڑک پر گھسیٹ کر مار ڈالا اور بعد میں پتہ چلا کہ وہ الزام لوکل سطح کی کسی باہمی فرقہ وارانہ کشیدگی کا شاخسانہ تھا۔

...... ☆ گوجرانوالہ میں ہی ایک بڑے دینی ادارہ جامعہ قاسمیہ کے دروازے پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی پر مشتمل پرچیاں تقسیم ہوئیں، جن کے بارے میں لوگوں کا ذہن قریب کی مسیحی آبادی کی طرف منتقل ہو گیا، علاقہ میں اشتعال پھیلا، لوگ سڑکوں پر آ گئے، ہمارے ہاں گوجرانوالہ میں بحمد اللہ تعالیٰ کافی عرصہ سے یہ ماحول چلا آ رہا ہے کہ اس قسم کے معاملات میں مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام مل بیٹھتے ہیں اور باہمی اعتماد و مشاورت کے ساتھ پیش آمدہ مسئلہ پر کوئی مثبت حل نکال لیتے ہیں، اس موقع پر بھی مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام نے فوری طور پر مل بیٹھ کر صورت حال کو کنٹرول کیا، جس سے شہر کسی بڑے فساد سے بچ گیا بعد میں پتہ چلا کہ وہ گستاخانہ پرچیاں لوکل سطح کی کسی باہمی کاروباری رقابت کا نتیجہ تھیں۔

...... ☆ ابھی کچھ عرصہ قبل سیالکوٹ کی ایک فیکٹری میں سری لنکا کے ایک شہری کو توہین رسالتؐ کے الزام میں لوگوں نے گھیر کر مار ڈالا جس کے بارے میں تحقیقات کے بعد وہ الزام درست ثابت نہ ہوا، جبکہ یہ مسئلہ عالمی سطح پر اجاگر ہوا اور حکومتی وضاحتوں اور معذرتوں کے ساتھ ساتھ علماء کرام کے ایک بھرپور وفد نے بھی اسلام آباد میں سری لنکا کے ہائی کمشنر سے ملاقات کر کے ان سے واضح معذرت کی، اس وفد میں راقم الحروف بھی شامل تھا۔

اس قسم کی کارروائیاں ملک کے مختلف حصوں میں ہو چکی ہیں جو ملک و قوم کی بدنامی کا باعث بنی ہیں، اس لیے ہم نے ہر موقع پر یہ عرض کیا ہے کہ توہین رسالتؐ کے سنگین ترین جرم ہونے اور اس میں قطعی طور پر موت کی سزا کے بارے میں کسی لچک اور نرمی کی کوئی گنجائش نہیں ہے مگر توہین رسالتؐ کے غلط الزام پر کسی کو مجرم قرار دے کر اس قسم کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کوئی حرکت بھی سنگینی میں اس سے کم نہیں ہے۔

مذکورہ کیس کے ملزم عبد الشکور کے بارے میں ایک معاملہ یہ بھی سامنے آیا ہے کہ علماء کرام، وکلاء اور دینی کارکنوں کے وفود کو ایف۔آئی۔اے کے دفتر میں لے جا کر انہیں استغاثہ کے جمع کردہ شواہد دکھائے جا رہے ہیں اور ان سے تصدیق کرائی جا رہی ہے کہ یہ مواد انتہائی گستاخانہ ہے اور ملزم نے توہین رسالتؐ کے سنگین جرم کا فی الواقع ارتکاب کیا ہے، ہمارے خیال میں یہ سلسلہ بھی قانونی، شرعی یا اخلاقی کسی حوالے سے درست نہیں ہے۔

استغاثہ نے ملزم کے خلاف جو مواد بھی جمع کر رکھا ہے اس کی حیثیت استغاثہ کے موقف کی ہے، اسے جو بھی دیکھے گا اس کا تاثر وہی ہوگا جو اس مواد کو دیکھنے والے حضرات نے ظاہر کیا ہے، اس لیے ان تبصروں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے، ملزم کے بارے میں جب تک عدالت فیصلہ نہیں کرتی وہ ملزم ہی رہے گا، اسے مجرم قرار دینے کا کوئی جواز نہیں ہے، اسی طرح اس مواد کی بنیاد پر عدالتی فیصلہ سے قبل ملزم کے خلاف نفرت انگیز اور اشتعال انگیز مہم بھی کسی سطح پر کوئی جواز نہیں رکھتی، اس لیے ہماری متعلقہ حلقوں سے گزارش ہے کہ وہ قانون کو ہاتھ میں لے کر کوئی ایسا ماحول پیدا کرنے سے گریز کریں جو اس سے قبل مختلف مواقع پر ملک وقوم کی بدنامی اور عالمی سطح پر جگ ہنسائی کا باعث بن چکا ہے، اس کے ساتھ ہی ہم اپنا یہ موقف اور مطالبہ پھر دھراتے ہیں کہ اس کیس میں ملزم عبد الشکور عدالتی طور پر مجرم ثابت ہو تو اسے سرعام پھانسی پر لٹکایا جائے البتہ اس کے ساتھ یہ مطالبہ بھی ہم شامل کرنا چاہیں گے کہ ملک کی مختلف عدالتوں میں سے اب تک جو بدبخت افراد توہین رسالتؐ کے مجرم قرار پا چکے ہیں اور تمام تر عدالتی مراحل سے گزر کر سزا کے اطلاق کے آخری مرحلہ میں ہیں انہیں بھی فی الفور سزا دی جائے کیونکہ مجرم قرار پا جانے والے حضرات میں کسی قسم کا امتیاز اور فرق شریعت اور قانون کے تقاضوں کے منافی ہوگا، جس پر خاموشی اختیار کرنا کسی طرح روا نہیں ہوگا۔

تمام احباب سیلاب سے متاثرہ خاندانوں کی بحالی اور امداد کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر شریک ہوں اور اپنے علاقوں میں اس کے لئے منظم اور مربوط محنت کا اہتمام کریں، ایسے حالات میں متاثرین کی امداد نفلی عمرہ اور حج پر بھی ترجیح رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دیں، آمین۔

مولانا زاہد الراشدی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خطبہ جمعۃ المبارک (غیر مطبوعہ)　　　--- s ---　　　مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ
بانی جامعہ نصرۃ العلوم

شرک کی مختلف قسمیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى،اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ o (البقرہ۔۱۷۷)

محترم حاضرین و برادرانِ اسلام!

ربطِ مضمون

سورۃ بقرہ کی یہی آیت مبارکہ میں گزشتہ کئی جمعوں سے آپ کے سامنے تلاوت کر رہا ہوں، اس آیت کریمہ میں دین کی اہم ترین باتیں ذکر کی گئی ہیں، جن کی تھوڑی تھوڑی تشریح آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، میں نے عرض کیا تھا کہ فرمان خداوندی ہے لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی طرف وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ بلکہ نیکی اس شخص کی ہے جو ایمان لایا اللہ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، اللہ کی نازل کردہ کتابوں پر اور اُس کے فرستادہ رسولوں پر، اِس سے پہلے خطبہ میں میں نیکی اور بدی کا وہ مفہوم بیان کر چکا ہوں جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ نے بات سمجھائی ہے، نیکی کی باتوں میں اہم ترین بات اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا ہے، اس سلسلہ میں میں نے ایمان باللہ کی تھوڑی سی تشریح آپ کے گوش گزار کر دی تھی، میں نے توحید کا مطلب اور اس کے درجات بھی عرض کئے، ایمان کے باقی اجزا یعنی قیامت، ملائکہ، کتابوں اور انبیاء کی تھوڑی تشریح بھی عرض کر دی جائیگی، انشاء اللہ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نیکی اور بدی کا مفہوم

میں نے نیکی اور بدی کا مفہوم عرض کیا تھا، بر کے مقابلے میں اثم ہے، یعنی نیکی کے مقابلے میں بدی آتی ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ بدی ہر ایسے عمل کو کہا جاتا ہے جو شیطان کی اطاعت اور اس کی ترغیب کی وجہ سے کیا جائے، شیطان کی مراد کو پورا کرنے کے لئے جو کام بھی کیا جائے وہ اثم ہے، جو کام دنیا اور آخرت میں برا نتیجہ پیدا کرے، وہ برائی کہلاتا ہے، انسانوں کے ارتفاقاتِ معاشیہ یعنی معیشت کو خراب کرنے والا ہر کام اثم میں داخل ہے، ان میں جو کام معصیت کا جذبہ پیدا کرے اور بندے اور اللہ کے درمیان غفلت کا حجاب ڈالنے کا سبب بنے وہ اثم اور بدی ہے، غرضیکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے خلاف جذبہ پیدا کرنے والا ہر کام اثم میں داخل ہے۔

شاہ صاحبؒ مزید فرماتے ہیں کہ جس طرح نیکی کے کاموں میں اہم ترین نیکی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننا ہے، اسی طرح برائی میں سب سے بری بات اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے، ایک صحابی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا ای الاعمال افضل حضورؐ! یہ بتلائیے کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ایمان باللہ یعنی اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانا، اس عمل کا تعلق ہمارے قلب کے ساتھ ہے لہٰذا یہ قلبی عمل ہے، اس کے بعد پھر دوسرے اعمال یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد، غربا و مساکین کیلئے ضروریاتِ زندگی کا بندوبست کرنا وغیرہ آتے ہیں، تاہم افضل ترین عمل ایمان باللہ ہے، اور بدترین عمل شرک باللہ ہے۔

شرک اور مشرک

قرآن وسنت میں گناہ کی پوری تشریح موجود ہے، اگر انسان نیکی اور بدی کی بات ہی نہ سمجھ سکے تو باقی چیزیں کیسے سمجھ سکے گا، تمام چیزوں کا مدار تو نیکی اور بدی ہی ہے، لہٰذا ان کی صحیح پہچان ضروری ہے، اگر انسان عمر بھر نیکیاں کرتا رہے اور ساتھ ساتھ شرک میں بھی ڈوبا رہے تو ساری نیکیاں برباد جائیں گی، اس لئے شرک کو قبیح ترین برائی کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان۔۱۳) بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے، نیز فرمایا وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (البقرہ۔۲۵۴) کفر کرنے والے ظالم لوگ ہیں، جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتا ہے، اس سے بڑا ظالم ہی کوئی نہیں، انسان ایمان کی بدولت پاک اور شرک کی وجہ سے پلید ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ۔۲۸) بیشک مشرک لوگ ناپاک ہیں، منافقوں کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (التوبہ۔۹۵) وہ پلید ہیں اور ان کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کارگزاری کی وجہ سے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، نیز فرمایا وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (البقرہ۔۱۷۴) اللہ ان کو پاک نہیں کرے گا، وہ ہمیشہ گندگی میں ہی رہیں گے، گویا منافق گندے ہیں اور مشرک ناپاک ہیں، شرک سب سے بڑا ظلم اور کافر سب سے بڑے ظالم ہیں، یہ قرآن کی اصطلاح ہے۔

شرک کی اقسام۔ (۱) ذات میں شرک

شرک کی بہت سی قسمیں ہیں اور ان میں سے ہر قسم سے بچنا ضروری ہے، شرک خدا تعالیٰ کی ذات میں بھی ہوتا ہے، دنیا میں کئی مذاہب خدا کی ذات میں شریک ٹھہراتے ہیں، مجوسی دو خدا مانتے ہیں، ایک یزدان اور اہرمن ہے، ایک روشنی کا خدا ہے اور دوسرا اندھیرے کا خدا ہے، کہتے ہیں کہ ایک نیکی کا اور دوسرا بدی کا خدا ہے، ایک خیر کا اور دوسرا شر کا خدا ہے، ایران کے مجوسی لوگ یہی عقیدہ رکھتے ہیں، ثنوی فرقہ والے بھی دو خدا مانتے ہیں، البتہ یہ لوگ دنیا میں بہت کم تعداد میں ہیں، مجوسی لوگ کراچی، بمبئی اور دوسری جگہوں میں اب بھی موجود ہیں۔

آتش پرستوں کی ابتدا تو اچھی تھی، زرتشت کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس کی ہستی کیسی تھی، اسی طرح ہندوؤں کے رام چندر اور کرشن کے متعلق بھی حقیقت واضح نہیں ہے، یہ پانچ ہزار سال پہلے کی بات ہے، انہوں نے تاریخ نہیں لکھی، اُن کی طرف منسوب کی جانے والی باتیں ایسی ہی ہیں جیسے یہودیوں اور عیسائیوں نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی طرف غلط باتیں منسوب کر دی ہیں، اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا ذکر تو قرآن میں موجود ہے اور ان کے غلط عقائد کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے مگر ہنود کا ذکر نہیں ملتا لہٰذا ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے، اسی طرح زرتشت کے بارے میں بھی معلوم نہیں کہ وہ شخص کیسا تھا، البتہ ان کی طرف ان کے پیروکاروں نے جو باتیں منسوب کی ہیں، وہ غلط ہیں، اسی طرح ہندوؤں کے نوشتوں میں جو باتیں تحریر ہیں، وہ غلط ہیں، اُن میں کفر اور شرک والی باتیں بھی پائی جاتی ہیں، البتہ ان کی مذہبی کتابوں وید وغیرہ میں بعض اچھی باتیں بھی ہیں لیکن غور طلب بات تو یہ ہے کہ آج جو باتیں ان میں پائی جاتی ہیں وہ کفر اور شرک والی باتیں ہیں، بہرحال اگر کوئی خدا تعالیٰ کی ذات میں شریک بناتا ہے تو وہ کافر اور بدترین گنہگار ہے، ذات میں شرک کرنے والے مجوسی، ثنوی، مزدکی وغیرہ بدترین مشرک ہیں۔

(۲) صفات میں شرک

خدا کی ذات میں شرک کرنے والے تو محدود لوگ ہیں، البتہ اللہ کی صفات میں عام طور پر شرک کیا جاتا ہے،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شاہ عبدالقادر دہلویؒ قرآن پاک کے ترجمہ کے حاشیہ میں اس کی تھوڑی سی تشریح بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت مختصہ کسی مخلوق میں مانی جائے تو یہ شرک ہو گیا، مثلاً۔

(۳) علم میں شرک

اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ فلاں شخص پیر، فقیر، مولوی، منجم کو ہر بات کا علم ہے تو یہی شرک فی العلم ہے کیونکہ علیم کل تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس کا اپنا ارشاد ہے وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (البقرہ۔۲۹) اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ، عالم شہادت ہو یا عالم غیب، کوئی جہاں بھی ہو، اِس کے ذرے ذرے کا علم رکھنے والی صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے، اس کے علاوہ کوئی علیم کل نہیں ہے، جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ فلاں کو سب کچھ معلوم ہے، وہ مشرک ہے۔

(۴) قدرت میں شرک

اسی طرح اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ فلاں آدمی جو چاہے کر سکتا ہے تو اس نے گویا غیر اللہ کو قادرِ مطلق مان لیا، وہ بھی کافر اور مشرک بن گیا کیونکہ قادرِ مطلق صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (البقرہ۔۲۰) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اللہ کے سوا کوئی ہستی نہیں جو ہر کام اپنی مرضی سے کر سکے، ایسا اعتقاد رکھنے والا مشرک ہے۔

(۵) اختیار میں شرک

اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ ہمارا بھلا یا برا کرنا فلاں آدمی پیر، فقیر، مقبرے والے منجم کے اختیار میں ہے تو اس نے اس شخص کو مختارِ مطلق مان لیا، جو شخص خدا کے علاوہ یہ صفت کسی اور میں مانے گا وہ مشرک ہو جائے گا، ہر بھلے برے، نفع نقصان کا مالک بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے یعنی مختارِ مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، ملاء اعلیٰ کی جماعت، انبیاء علیہم السلام، اولیاء، پیر، بزرگ کوئی بھی نفع نقصان کا مالک نہیں بلکہ صرف اللہ کی ذات ہے، آپ قرآن پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اسماء پاک کا ورد بھی کرتے ہیں اس کا یہی مطلب ہے، غیر اللہ کو مختارِ مطلق ماننے والا مشرک ہے۔

(۶) تعظیم میں شرک

جو تعظیم اللہ تعالیٰ کے روا ہے، وہ کسی دوسری ذات میں کرنے والا بھی مشرک بن جاتا ہے، کوئی آدمی مخلوق میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے کسی کے سامنے سجدہ کرے، رکوع کرے، اس کو مختار جان کر اس سے حاجات طلب کرے اور یہ سمجھے کہ یہ شخص مافوق الاسباب حاجات پوری کرسکتا ہے تو وہ آدمی مشرک بن جاتا ہے۔

(۷) مشیّت میں شرک

جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ فلاں شخص اپنی مرضی سے جو چاہے کرسکتا ہے، وہ بھی شرک میں داخل ہوجاتا ہے، قرآن میں موجود ہے، وَمَا تَشَآءُ وْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَآ اللّٰہُ (الدھر۔۳۰) تم کسی چیز کے بارے میں نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، ایک شخص حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا مَاشَآءَ اللّٰہُ وَمَاشِئْتَ جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، حضورؐ ناراض ہوگئے، فرمایا جعلتنی لِلّٰہ نِدّاً تم نے مجھے خدا کا شریک بنالیا ہے قُل مَاشَآءَ اللّٰہ وحدہٗ یوں کہو کہ جو کچھ صرف اللہ چاہے، اگر دوسرے کے متعلق بات کرنی ہو تو اس طرح کرنی چاہئے کہ جو اللہ چاہے اور اس کے بعد اللہ کی مشیت سے جو آپ کریں، شرک سے بچنے کا یہ طریقہ ہے کیونکہ مشیت اور ارادہ صرف خدا تعالیٰ کا ہے۔

(۸) تصرف میں شرک

بعض لوگ تصرف میں شرک کرتے ہیں، غیر اللہ کو نافع اور ضار کا مالک سمجھ کر اُس سے حاجات طلب کرتے ہیں، کسی جن، بھوت، پیر فقیر، فرشتے یا قبر والے سے حاجات روائی کرنا شرک ہے، قدرت تامہ میں اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

(۹) عبادت میں شرک

بعض لوگ عبادت میں بھی شرک کرتے ہیں، سجدہ یا رکوع کرنا، قبر کا طواف کرنا یا کسی مسجد کا طواف کرنا حتیٰ کہ حضور علیہ السلام کی قبر مبارک کے گرد گھومنے کا بھی حکم نہیں ہے، طواف صرف خانہ کعبہ کا روا ہے کیونکہ طواف مثل الصلوٰۃ یعنی نماز کی طرح کی عبادت ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے خانہ کعبہ کے ساتھ خاص ہے۔

(۱۰) تقرب میں شرک

کسی غیر کے تقرب کے لئے اس کے نام پر نذر و نیاز دینا میں بھی شرک میں داخل ہے، اگر کوئی شخص سمجھتا ہے کہ نیاز دینے سے فلاں بزرگ ہم سے راضی ہوکر ہماری تکالیف دور کردیگا اور اگر نیاز نہ دی تو نقصان اٹھانا پڑے گا، وہ بھی مشرک بن جائے گا، جو شخص کسی غیر اللہ کے تقرب کے لئے جانور ذبح کرے وہ بھی مشرک ہوگا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۱) عادت میں شرک

شاہ اسماعیل شہیدؒ اور دوسرے بزرگ باب باندھ کر سمجھاتے ہیں کہ عادت میں شرک یہ ہے جیسے ہندو لوگ گلے یا کمر میں دھاگا باندھتے ہیں جس کو زنار کہتے ہیں، عیسائی لوگ گلے میں صلیب لٹکاتے ہیں، یہ عادت میں شرک ہے، عدی بن حاتم طائی ایمان قبول کرنے کے لئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے گلے میں سونے کی صلیب آویزاں تھی، آپؐ نے فرمایا اَلْقِ عنكَ هٰذا الوثن اس بت کو اتار پھینکو کیونکہ یہ شرک کی علامت ہے، جب مسیح علیہ السلام زمین پر دوبارہ نازل ہوں گے تو وہ صلیب کو توڑ کر عیسائیوں کے غلط عقیدہ کی نفی کردیں گے، بعض ہندو ماتھے پر ٹکا لگاتے ہیں، بعض سر پر چوٹی رکھتے ہیں، بعض لوگ ہاتھ یا پاؤں میں لوہے کا کڑا پہنتے ہیں، کوئی کان چھید کر اس میں کانٹا بالی وغیرہ پہنتے ہیں، یہ سب شرک فی العادت میں شمار ہوتا ہے، بعض بچہ پیدا ہونے پر اس کو کسی پیر فقیر کا بالکہ بنا کر اس کی نذر کردیتے ہیں، اس سلسلہ میں شاہ دولہ کے چوہے مشہور ہیں، بچہ ناقص پیدا ہوا، سر چھوٹا ہے تو شاہ دولہ کا چوہا بنادیا، حالانکہ شاہ دولہ تو اللہ کے نیک بندے اور مبلغ اسلام تھے، وہ نہیں جانتے کہ اُن کے پیچھے لوگ کیا کررہے، یہ بھی شرک فی العادت ہی کی مثال ہے۔

(۱۲) نذرونیاز میں شرک

بعض لوگ جانور ذبح کرکے غیر اللہ کی نذرونیاز پیش کرتے ہیں، یہ بھی شرک ہے، بعض لوگ غیر اللہ کی قسم اٹھا کر شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، حدیث میں آتا ہے من اقسم لغير الله فقد اشرك جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی، اس نے شرک کیا، اگر ایسا کرنے والے کے دل میں بھی اس شخص کی تعظیم ہے تو قسم اٹھانے والا پکا مشرک ہے، اور اگر تعظیم نہیں ہے، محض رواروی میں قسم اٹھائی ہے تو پھر شرکیہ بات ہے، اگرچہ آدمی مشرک نہیں ہے، اس سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

(۱۳) ذبح کرنے میں شرک

لوگ جانور ذبح کرنے میں بھی شرک کے مرتکب ہوتے ہیں، مکان، دکان، کارخانہ کی تعمیر کے لئے بنیادیں کھودتے وقت جانور ذبح کرکے بنیادوں میں خون ڈالا جاتا ہے تاکہ عمارت بھوت، پریت، اور جنات کے شر سے محفوظ رہے، اسی طرح کسی بزرگ کے تکیے پر جانور ذبح کرنا ورنہ کام خراب ہوجانے کا خدشہ ہوتا ہے، کسی درخت یا پتھر وغیرہ پر جانور ذبح کرنا یا کسی کے تقرب کے لیے جانور ذبح کرنا سب شرک میں داخل ہے، ذبح صرف اللہ کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نام پر ہونا چاہیے، اگر جانور ذبح کرنے سے ایصال ثواب مقصود ہو تو اللہ کے نام پر ذبح کر کے گوشت غرباء میں تقسیم کر دینا چاہیے۔

(۱۴) تاثیر میں شرک

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو مستقل مؤثر ماننا بھی شرک میں داخل ہے، ستارہ پرست ستاروں کو مؤثر مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کی سعادت یا شقاوت ستاروں کے ساتھ وابستہ ہے، مشرک لوگ ملائکہ کو مؤثر مانتے ہیں اور کئی جاہل پیروں فقیروں کو مؤثر مانتے ہیں کہ یہ ہر حالت میں ہماری سفارش کر کے خدا کی بارگاہ سے کام کروا دیں گے، یہ سب شرک ہے، قرآن نے اس کو جبری سفارش کا نام دیا ہے اور فرمایا ہے وَلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ (البقرہ۔۴۸) ایسی کوئی سفارش قبول نہیں کی جائے گی، شفاعت وہ صحیح ہے جس کا عقیدہ اہل ایمان رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ سفارش اللہ کے اذن سے اور صرف ایمان والوں کے حق میں ہوگی، یہ سفارش یقیناً ثابت ہے، لیکن جبری سفارش کہ خدا راضی ہو یا ناراض ہو فلاں بزرگ ہمارا کام ضرور کرا دیں گے، یہ نامقبول ہے۔

(۱۵) نام رکھنے میں شرک

نومولود کا نام رکھنے میں بھی شرک پایا جاتا ہے، عبد اللات یا عبد العزیٰ نام رکھنا شرک ہے، لات اور عزیٰ بت کا نام تھا، اور اسی کے نام پر حضورؐ کے ایک چچا ابولہب کا نام بھی عبد العزیٰ تھا، یار لوگوں نے عبد العلی، عبد الولی، حسین بخش، پیراں بخش، غوث بخش جیسے نام تجویز کر کے شرک کا ارتکاب کیا ہے، اگر عبد سے مراد غلام لیا جائے تو ایسا نام بھی مشتبہ ہے جیسے عبد الرسول، عبد المصطفیٰ وغیرہ، حضور علیہ السلام نے اچھے نام رکھنے کا حکم دیا ہے، اگر شرکیہ نام رکھ لیا ہے تو اس کو تبدیل کر دو۔

(۱۶) استعانت طلب کرنے میں شرک

مافوق الاسباب غیر اللہ سے استعانت طلب کرنا بھی شرک میں شامل ہے، جہاں تک ظاہری اسباب کا تعلق ہے، وہاں ایک دوسرے کی مدد کا حکم دیا گیا ہے، وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (المائدہ۔۲) عالم اسباب میں رہ کر نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو، مظلوم اور مصیبت زدہ کی مدد کرو، اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ میں یہی بات سمجھائی گئی ہے کہ مافوق الاسباب صرف اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے مدد چاہو، جہاں ظاہری اسباب نہیں ہیں وہاں غیر اللہ سے مدد طلب کرو گے تو یہ شرک ہو جائے گا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۷) ندا میں شرک

بعض لوگ ندا میں شرک کرتے ہیں، ''یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للّٰہ''، شیخ صاحب کو پکارا جارہا ہے کہ اللہ کے لئے کچھ دے دو، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ ''تقویۃ الایمان'' میں فرماتے ہیں کہ یہ بدعتی لوگ کتنی غلط بات کرتے ہیں، اگر یہ جملہ الٹا کر کے کہتے ''یا اللّٰہ شیئاً للشیخ عبدالقادر جیلانی'' تو بات ٹھیک ہوتی یعنی اے اللہ! شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے واسطہ سے کچھ عطا کردے، اس جاہل نے تو شیخ صاحب کو خدا کی گدی پر بٹھا کر خدا کو واسطہ بنایا (العیاذ باللہ) آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ نعرے مارتے ہیں یا علی، یا غوث اعظم، یا جبرائیل، یا میکائیل، یا پیر دستگیر مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں پہنچ کر مدد کرنا، یہ شرک فی النداء ہے، کوئی نہیں پہنچتا، خدا کے سوا کوئی غائبانہ مدد کرنے پر قادر نہیں، بسوں پر لکھا ہوتا ہے یا علی، یا غوث المدد، یا رسول المدد، یہ سب شرک ہے، اللہ کا حکم تو یہ ہے وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (الاعراف۔۲۹) خاص اسی کو پکارو اور اسی کی عبادت کرو، اللہ تعالیٰ حیٌّ قیوم ہے، سارے معاملات اسی کی دست قدرت میں ہیں، کوئی کسی کی مشکل کشائی نہیں کرسکتا، نہ مصیبت کے وقت پہنچ سکتا ہے، کوئی شفا نہیں دے سکتا، غیر کو پکارا تو شرک فی الندا ہوگیا۔

(۱۸) بوقت ذبح الفاظ میں شرک

ذبح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھری چلائی جائے، اگر بسم اللہ کے ساتھ پیر فقیر یا نبی کا نام لے کر بسم اللہ واسم محمد کہا یا بسم اللہ واسم پیر دستگیر یا کسی اور بزرگ کا نام لیا تو یہ شرک ہوگیا اور ذبیحہ مردار ہوگیا، اس موقع پر صرف اللہ تعالیٰ کا نام لینے کا حکم ہے۔

(۱۹) شگون لینے میں شرک

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے الطیرۃ من الشرک یعنی شگون لینا بھی شرک میں داخل ہے، آدمی کسی کام کے لیے گھر سے نکلا اور آگے سے کالی بلی گزر گئی تو اس سے برا شگون لیا کہ کام نہیں ہوگا، لہٰذا واپس لوٹ آیا، اگر دائیں طرف ہوتی تو کام بن جاتا، اسی طرح اگر راستے میں الّو پر نظر پڑگئی تو گھبرا گیا کہ کام خراب ہوجائے گا، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مومن آدمی کو دل میں ایسا خیال نہیں لانا چاہئے، جہاں ارادہ کیا ہے خدا پر توکل کرتے ہوئے جائے، اگر مقدر میں کوئی مصیبت ہے تو دنیا بھر کے اسباب بھی اس کو ٹال نہیں سکتے، اگر خدا نے بچانا ہے تو دنیا بھر کے اسباب کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۲۰) غیب کی خبروں میں شرک

غیب کی خبریں معلوم کرنے میں بھی شرک ہوتا ہے، اس مقصد کے لئے لوگ کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جاتے ہیں کہ ہماری قسمت کا حال بتانا، کسی ساحر، رمل والے یا جفر والے سے خبریں معلوم کرنا سب شرک ہے، یہ شیطانی کام ہیں، عالم الغیب صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے، باقی کسی کو کچھ معلوم نہیں۔

(۲۱) تصور میں شرک کرنا

کئی مشرک یہ تصور کرتے ہیں کہ ہم جو کام بھی کرتے ہیں اس میں ہمارے مشائخ اور پیروں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں، یہ تصور کے اعتبار سے شرک میں داخل ہے، فقہائے کرامؒ فرماتے ہیں ایسا تصور رکھنے والا کافر ہو جاتا ہے اور آدمی کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ کوئی روح حاضر نہیں ہوتی۔

(۲۲) تعویذ گنڈے میں شرک

تعویذ گنڈے کے ذریعے شرک زیادہ تر عورتوں میں پایا جاتا ہے، ذرا سی تکلیف پہنچی تو تعویذ کرنے والے عامل کے پاس گئیں، یہ لوگ مشرک ہوتے ہیں، تعویذ کی فیس لیتے ہیں اور شرک و بدعات والی رسومات ادا کرتے ہیں، صحیح تعویذ وہ ہے جس میں اللہ کا نام ہو، اس کی اجازت ہے، یہ نقوش سلیمانی والے شرک سے نہیں بچتے، مرد اور عورتیں اپنا ایمان ضائع کر بیٹھتے ہیں۔

(۲۳) وسیلے میں شرک

اگر خدا کے سوا کسی کو مستقل وسیلہ تسلیم کر لیا کہ ہمارا کام ان کے واسطے سے ہر حالت میں ہو جائے گا تو یہ وسیلہ میں شرک ہو گیا، مشرک لوگ یہی کہتے ہیں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (الزمر۔۳) مشرک لوگ کہتے ہیں کہ ہم اپنے معبودان کی اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں خدا کا قرب دلا دیں، وہ ہماری حاجات پوری کراتے ہیں اور ہمارا وسیلہ ہیں، قرآن نے ایسے وسیلے کو شرک سے تعبیر کیا ہے۔

(۲۴) شرک اصغر

ایک چھوٹا شرک بھی ہے جس کو ریا کہتے ہیں، قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ریاکار کو فرمائے گا کہ جن کے دکھاوے کے لیے عمل کیا تھا، اُس کا بدلہ بھی انہی سے جا کر لو، میں اس عمل کا کوئی بدلہ نہیں دوں گا، بڑے شرک سے اعتقاد فاسد ہوتا ہے جبکہ چھوٹے شرک سے عمل ضائع ہو جاتا ہے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صَالِحًا وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا (الکہف۔۱۱۰) جس کو اپنے رب سے ملاقات کی خواہش ہے، وہ اپنے رب کی عبادت کرے اور اس میں دکھاوے کا شرک نہ کرے، بدلہ تب ملے گا جب صرف اللہ کی رضا منظور ہو گی، ریا والے شرک کا بدلہ نہیں ملے گا۔

الغرض! میں نے عرض کیا کہ اثم میں قبیح ترین چیز شرک ہے، شرک کی موٹی موٹی قسمیں میں نے شمار کر کے آپ کے گوش گزار کر دیں، اللہ نے موقع دیا تو ان کی تشریح بھی عرض کروں گا۔

چند اہم دینی مسائل

(س) کیا قبر پر نام کا کتبہ لگانا گناہ تو نہیں؟

(ج) قبر کو اینٹیں، سیمنٹ وغیرہ لگا کر پختہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، اگر نام کا کتبہ سر یا پاؤں کی طرف لگا دے بشرطیکہ قبر کچی ہی رہنے دے تو اس لحاظ سے درست ہے کہ مرحوم کی دعا کے لیے آنے والے کو قبر کی پہچان رہے۔

(س) کیا جنازہ پڑھتے وقت ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا درست ہے؟

(ج) حنفی مسلک کے مطابق نماز فرضی ہو، نفلی یا نماز جنازہ صرف تکبیر اولیٰ کے وقت ہی ہاتھ اٹھانے چاہئیں، درمیان میں ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، حضور علیہ السلام سے ہر تکبیر جنازہ کے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے، یہ امام ابن حزمؒ کا قول ہے، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھاتے وقت صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھائے، جو لوگ رکوع جاتے وقت اور رکوع سے کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھاتے ہیں ان سے الجھنا نہیں چاہیے، یہ چیز حنفی مسلک میں نہیں ہے۔

دعائیہ کلمات

ہمارے مدرسہ کے یہ طالبعلم کہتے ہیں کہ ان کے چچا پرسوں وفات پا گیا ہے، اس کے لئے بخشش کی دعا کریں، ایک صاحب نے قرضہ سے نجات اور کاروبار میں برکت کے لئے دعا کی درخواست کی ہے، ایک صاحب کہتے ہیں کہ ان کے والد صاحب دو سال سے بیمار ہیں، ان کی صحت کے لئے دعا کریں، ایک صاحب کا بچہ ایکسیڈنٹ کی وجہ سے دماغی مرض میں مبتلا ہو گیا ہے، انہوں نے بچے کی صحت کے لیے دعا کی درخواست کی ہے۔

بھائی! سب حضرات دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تمام بیمار مسلمان مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، کو صحتِ کاملہ عاجلہ نصیب فرمائے، اور جو مسلمان وفات پا چکے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی غلطیوں سے درگزر فرمائے اور جنت میں اعلیٰ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقام عطاء فرمائے، جو مسلمان پریشان حال ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی پریشانیوں کو دور فرمائے، کاروبار میں برکت اور رزق حلال میں وسعت عطا نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین حق کی سمجھ اور اس پر کاربند رہنے کی توفیق بخشے اور سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سبحانك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لا الٰه الا انت استغفرك واتوب اليك۔

(تاریخ خطبہ ۱۱ فروری ۱۹۸۳ء)

وفیات

(۱) خانوادہ درخواستی کے چشم و چراغ مولانا مفتی حماد اللہ درخواستی خانپور میں۔

(۲) مولانا محمد ظریف فاضل جامعہ نصرۃ العلوم لکی مروت میں۔

(۳) مولانا عبد الرحیم بلوچ صدر مدرس جامعہ رحمانیہ و فاضل جامعہ نصرۃ العلوم کے چھوٹے بھائی خلیل احمد پہلوان ڈیرہ غازی خان میں سیلاب کی زد میں آ کر وفات پا گئے ہیں۔

(۴) مولانا سمیع الحق فاضل جامعہ نصرۃ العلوم کی نانی بوجھڑی آلائی میں۔

(۵) مولانا عطاء اللہ فاضل جامعہ نصرۃ العلوم کی والدہ کے حقیقی ماموں بیاری آلائی میں۔

(۶) زوجہ طارق بٹ مرحوم سیالکوٹ سویٹ گوجرانوالہ میں۔

(۷) گزشتہ ماہ ملک کے مختلف حصوں میں سیلاب کی زد میں آنے والے سینکڑوں افراد لقمہ اجل بن گئے ہیں۔

قارئین کرام ان تمام وفات پانے والے خواتین و حضرات کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ کریم سب کے درجات بلند فرمائے، جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے اور غلطیوں، کوتاہیوں سے درگزر فرمائے، آمین (فیاض)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مولانا محمد فیاض خان سواتی

شوقِ مطالعہ

تین عقل مند

امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالیؒ المتوفیٰ ۵۰۵ھ رقمطراز ہیں۔

''یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں کہ عقل مند تین ہیں۔

(۱) جس نے دنیا کو ترک کر دیا قبل اس کے کہ وہ اسے ترک کر دے۔

(۲) جس نے اپنی قبر کو بنایا قبل اس کے کہ وہ اس میں داخل ہو جائے۔

(۳) اور جس نے اپنے خالق کو راضی کیا قبل اس کے کہ وہ اس سے ملاقات کرے۔''

(احیاءُ علوم الدین عربی ج۳ ص۲۱۰، طبع بیروت، لبنان)

آیاتِ حفاظت

مؤرخ، فقیہ، ادیب ابوالفلاح عبدالحی ابن العماد الحنبلیؒ المتوفیٰ ۱۰۸۹ھ لکھتے ہیں۔

''ابن سمرہؒ فرماتے ہیں کہ مشہور ہے کہ (امام علامہ عبداللہ بن یحی العصیؒ قرآن کریم کی یہ آیات) پڑھا کرتے تھے۔

(۱) وَلَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَالْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

(۲) فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظاً وَّھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔

(۳) وَحِفْظاً مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ مَّارِدٍ۔

(۴) وَحِفْظاً ، ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۔

(۵) اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ ، اِلیٰ آخِرِ السُّوْرَۃِ، سورۃ کے آخر تک۔

اور وہ انہیں آیاتِ حفظ کا نام دیتے تھے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے یہ آیات ایک بکری کی گردن میں لٹکی ہوئی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پائیں اور بھیڑیے اس بکری کے ساتھ کھیلتے تھے، اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاتے تھے۔‘‘

(شَذَراتُ الذھَب فی اخبارٍ من ذھَب عربی ج۴ص۱۶۷،طبع بیروت)

حیرت انگیز موت

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ المتوفی ۱۹۴۳ء فرماتے ہیں۔

’’حضرت نجم الدین کُبریٰ بہت بڑے شخص ہیں، اُن کا انتقال اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ انہوں نے کسی کو کوئی شعر پڑھتے سنا کہ اُس کا ایک مصرعہ یہ تھا۔

جاں بدہ وجاں بدہ وجاں بدہ

آپ نے فرمایا کہ افسوس محبوب جان طلب کر رہا ہے اور کوئی نہیں سنتا اور فرمایا کہ

جاں دادم وجاں دادم وجاں دادم

اور اس میں انتقال ہو گیا۔‘‘

(دعوات عبدیت جلد چہارم کا اول وعظ مُقلّب بہ اصلاح النفس ص۲۷،طبع کراچی)

تاتاریوں میں اشاعتِ اسلام کا ہیرو

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ المتوفی ۱۹۹۹ء لکھتے ہیں۔

’’بعض ترکی مؤرخین کی تاریخوں میں یہ روایت اس طرح منقول ہے کہ تغلق تیمور نے اپنے شکاری کتے کی طرف اشارہ کر کے کمال حقارت سے شیخ جمال الدین سے پوچھا کہ یہ بہتر ہے کہ تم بہتر ہو؟ شیخ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ اگر میں دنیا سے ایمان کے ساتھ چلا گیا تو میں بہتر ہوں ورنہ یہ کتا، تغلق تیمور کے دل میں یہ بات چبھ گئی، اور اس نے اس کی تفصیل دریافت کی، اور پوچھا کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ شیخ نے ایمان کی حقیقت بیان کی، اس پر تغلق تیمور نے ان سے خواہش کی کہ اس کی تخت نشینی کے بعد اس کو اپنی زیارت سے مشرف کریں، اور پھر وہ واقعہ پیش آیا، جو اوپر (کتاب میں۔فیاض) مذکور ہوا، بہرحال اتنا محقق ہے کہ تیمور تغلق کے اسلام لانے، اور بالواسطہ کاشغر اور سلطنت چغتائیہ میں اسلام کی اشاعت کا ظاہری سبب شیخ جمال الدین ہیں، جن کے دل سے نکلے ہوئے ایک فقرہ نے اور ان کی قوتِ ایمانی اور اخلاص و درد نے وہ کام کیا جو ہزاروں تقریریں اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لاکھوں شمشیریں نہیں کر سکتیں۔''

(تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک ص ۲۷۱ تا ۲۷۷، مترجم محمد الحسنی مرحوم ایڈیٹر البعث الاسلامی، طبع کراچی)

ہاتھی کی زبان کا خاصہ

امام ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظؒ المتوفی ۲۵۵ھ رقمطراز ہیں۔

''زمین میں ہر حیوان زبان والا ہے، اس کی زبان کی جڑ (منہ کے) اندر اور کنارہ باہر ہوتا ہے، مگر ہاتھی کہ اس کی زبان کا کنارہ اندر اور اس کی جڑ باہر ہوتی ہے۔''

(کتاب الحیوان عربی ج ۷ ص ۱۰۳، طبع مصر)

بادشاہ کی نیت کا اثر رعایا پر

جناب شمس سراج عفیفؒ المتوفی بعد ۸۰۱ھ رقمطراز ہیں۔

''اس موقع پر بندۂ ضعیف مورّخ عفیف کو ایک حکایت یاد آئی جو قدیم سلاطین و پیشوایانِ دین کی سبق آموز یادگار ہے۔

حضرت بندگی شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ خیر المجالس میں فرماتے ہیں کہ قدیم زمانے میں کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا جو بے حد حلیم و کریم، نیک اعتقاد و خوش کردار تھا۔

اس بادشاہ میں تمام پسندیدہ صفات جمع تھے، چنانچہ اُس کے عقیدہ کی برکت سے تمام ملک خوش حال تھا۔

ایک روز یہ بادشاہ یگانہ شکار گاہ کو تشریف لے گیا اور ایک جانور کے عقب میں گھوڑا دوڑایا۔

جانور کے ایک تیر لگا اور بادشاہ فوج و لشکر سے جُدا ہو کر حیران و تنہا ایک مقام پر پہنچا۔

بادشاہ نے قدم آگے بڑھایا اور ایک پر فضا باغ میں پہنچا۔

بادشاہ باغ میں داخل ہوا اور سایہ دار درختوں کے نیچے تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے ٹھہر گیا۔

خدا کی قدرت سے ایک بوڑھی عورت جو نہایت بدحال و بدصورت تھی باغ کے اندر سے باہر نکلی۔

بادشاہ نے عورت سے باغ کے مالک کو دریافت کیا کہ کون ہے اور باغ میں کس قسم کے میوے موجود ہیں، ضعیفہ نے جواب دیا کہ باغ تمام و کمال میری ملکیت ہے۔

بادشاہ بے حد گرسنہ تھا اُس عورت سے کہنے لگا کہ کوئی شئے کھانے کے لئے لے آؤ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عورت نے جواب دیا کہ غذا کی قسم میں کوئی شئے موجود نہیں ہے، اگر کہو تو چند خوشۂ انگور لے آؤں، بادشاہ نے اجازت دی اور ضعیفہ باغ کے اندر گئی۔ اس عورت کو معلوم نہ تھا کہ اس ملک کا بادشاہ سائل ہو کر اُس کے در پر آیا ہے۔

غرضیکہ عورت باغ کے اندر گئی اور چند خوشۂ انگور توڑ کر بادشاہ کے حضور میں لے آئی، بادشاہ نے انگور کھائے جو بے حد شیریں تھے، بادشاہ کو یہ میوہ بے حد پسند آیا اور اس نے ضعیفہ سے دریافت کیا کہ اس باغ کا محصول کیا ہے۔

عورت نے جواب دیا کہ اس کا محصول چند تنگے مقرر ہیں۔

بادشاہ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ تمام مملکت کے شہروں کے حالات کی تحقیق کرنی چاہئے، اس لئے کہ ملک کے کارگزار و عامل خزانۂ شاہی کے محاصل و مال جمع کرنے میں غلطی کرتے ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ ایسا معمور و آباد باغ کا جس میں اس قدر کثرت سے شیریں میوے اور انگور موجود ہیں محصول چند تنگے کیونکر ہو سکتے ہیں۔

اگر کارکن سعی و کوشش سے کام لیں تو اس قدر مال ضائع وتلف نہ ہو۔

بادشاہ نے عورت سے انگور لانے کی دوبارہ فرمایش کی اور عورت نے دوسری بار بھی چند گوشے انگور کے بادشاہ کے روبرو پیش کیئے۔ بادشاہ نے انگور کھائے اور معلوم ہوا کہ یہ انگور بے حد ترش ہیں۔

شاہ نے عورت سے دریافت کیا کہ 'یہ انگور تو اُس' اُس درخت سے نہیں لائی جہاں سے پہلے لائی تھی، عورت نے جواب دیا کہ وہ دونوں مرتبہ انگور ایک ہی محل و مقام سے لائی ہے، بادشاہ نے یہ معلوم کر کے عورت سے کہا کہ پیشتر کے انگور شیریں تھے اور یہ ترش ہیں۔

یہ عورت بے حد صاحب فہم و فراست تھی، اُس نے سنتے ہیں فوراً کہا کہ اے شخص! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج تک اس ملک کا بادشاہ خلق خدا پر بے حد مہربان تھا اور اُس کے عقیدہ و نیک نیتی کا یہ ثمرہ تھا کہ ہر شئے بابرکت تھی اور ہر میوہ شیریں ولطیف پیدا ہوتا تھا، لیکن اللہ کی مشیّت نے بادشاہ کے قلب کو رعایا کی طرف سے برگشتہ کر دیا ہے اور کوئی مذموم خیال اُس کے قلب میں پیدا ہوا ہے تاکہ رعایا کو بارگراں سے پریشان خاطر کرے۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کے اس مذموم ارادے نے ہر شئے میں سرایت کی اور تمام ملک سے برکت اُٹھ گئی اور اس وجہ سے شیریں انگور ترش ہو گئے۔

اس کے بعد عورت نے بادشاہ سے کہا کہ اے شخص! خدا خیر کرے اس لئے جب بادشاہ کے قلب میں کوئی بُرا خیال ہے تو ممکن ہے کہ وہ اس کو عملی جامہ پہنائے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیا عجب ہے کہ بادشاہ کے ظالمانہ افعال کے بداثرات سے یہ ملک چندہی روز میں تباہ وبرباد ہوجائے اور اس مُلک کے باشندے راہ غربت اختیار کرکے آوارہ وطن ہوجائیں۔

بادشاہ نے تقریر سُنی اور ضعیفہ کے بیان کے مطابق اپنے ارادے پر خائف ہوکر بید کی مانند کانپنے لگا اور اپنے دل میں یہ عہد کیا کہ اپنی قدیم روش وقاعدے سے سرِمو تجاوز نہ کرے گا۔

مورّخ کا مقصود اس حکایت کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ سلاطین دیں پرور کی خوش عقیدگی ہر شے کو بابرکت بناتی ہے اور بادشاہ کی نیت نیک رعایا پر نزول رحمت کا باعث ہوکر ملک کی نعمتوں میں اضافہ اور خلقت کے آرام میں زیادتی پیدا کرتی ہے۔

اسی طرح فیروز شاہ بھی جو برگزیدۂ حق تھا، خلقت کے فوائد میں اضافہ کرنے کی بے حد کوشش کرتا تھا، اس بادشاہ نے چالیس سال کامل حکومت کی اور اُس کے عہد تمام خلقت خدا نے عیش وراحت کے ساتھ زندگی بسر کی اور ہر خاص وعام کے قلوب تمام خطرات سے خالی ہوگئے۔

فیروز شاہ کی وفات کے بعد دیگر فرماں رواں بادشاہ ہوئے اور خدا کی مشیّت وحکم نے تمام شیرازۂ مُلک کو پراگندہ کردیا اور ہر شخص نے غربت وآوارہ وطنی اختیار کی۔

تمام عالم زیروزبر ہوگیا، بلکہ آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ دہلی کے تمام خُرد وبزرگ مغلوں کی تاخت وتاراج کا شکار ہوئے، جیسا کہ مورّخ عفیف نے خرابیٔ دہلی کے زیرِعنوان اس واقعے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔''

(تاریخ فیروز شاہی ص ۱۳۱ تا ص ۱۳۴، مترجم مولوی محمد فدا علی طالب، طبع کراچی)

''وطنِ عزیز کے وہ نوجوان انتہائی قابلِ قدر ہیں، جو اپنی جانوں کو جوکھوں میں ڈال کر سیلاب زدگان کی امدادی کاروائیوں میں مصروفِ عمل ہیں، اللہ کریم ہی سیلاب زدگان کی مدد فرمائے اور ان امدادی کاروائیوں میں مصروف نوجوانوں کی حفاظت فرمائے، عوام الناس اور حکومت کو بھی اس طرف توجہ مبذول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔''

مولانا محمد فیاض خان سواتی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گفتگو: مولانا زاہد الراشدی

تحریر و ترتیب: حافظ کامران حیدر

دعوت دین کے تقاضے اور داعی کی صفات

[مسیج ٹی وی پر نشر کی جانے والی گفتگو کا خلاصہ]

مسیج ٹی وی کا شکر گزار ہوں کہ ایک اہم موضوع پر جو وقت کی ضرورت ہے، گفتگو کرنے کا موقع فراہم کیا۔ داعی کی صفات کیا ہونی چاہئیں اور دعوت کے تقاضے کیا ہیں؟ اس پر بات کرنے سے پہلے بطور تمہید عرض کرنا چاہوں گا کہ ایک طرف دعوت ہے اور ایک طرف دفاع ہے، دعوت کا اپنا دائرہ ہے، دفاع کا اپنا دائرہ ہے، دعوت کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں اور دفاع کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں، دعوت کا طریقہ کار مختلف ہوتا ہے اور دفاع کا طریقہ کار مختلف ہوتا ہے، اس لیے ان کو خلط ملط نہیں ہونا چاہیے۔

جیسے کسی بھی ملک کا ایک سفارتی دائرہ ہوتا ہے، دوسرے ملکوں سے تعلقات بنانے کا اور اپنا پیغام پہنچانے کا دائرہ ہوتا ہے، اسی طرح ایک دفاع کا دائرہ ہوتا ہے ملک کے لیے لڑنے کا اور ملک کی حفاظت کرنے کا۔ سفارت بھی ملک کی ضرورت ہے اور دفاع بھی ملک کی ضرورت ہے، سفیر کی زبان اور ہوتی ہے، جرنیل کی زبان اور ہوتی ہے۔ سفیر کا لہجہ اور ہوتا ہے، جرنیل کا لہجہ اور ہوتا ہے، سفیر کی سرگرمیاں مختلف ہوتی ہیں، جرنیل کی سرگرمیاں مختلف ہوتی ہیں، لیکن دونوں ملک کی ضرورت ہیں۔ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ اگر سفیر جرنیل کا لہجہ اختیار کرے گا تو سفارت کی میز پر ہار جائے گا اور اگر جرنیل سفیر کا لہجہ اختیار کرے گا تو میدان جنگ کی جنگ ہار جائے گا۔ ہر ایک کے اپنے تقاضے ہیں۔ اسی طرح ایک ہے دین کی دعوت، دین کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا، اس کو آپ سفارتکاری سمجھ لیجئے، اور دوسری چیز ہے دین کا دفاع کہ جہاں جہاں سے دین کو خطرہ ہے وہاں دین کے دفاع کی صورت اختیار کرنا، یہ دونوں دین کی ضروریات ہیں، داعی بھی دین کی ضرورت ہے اور دفاع کرنے والا بھی دین کی ضرورت ہے، ضرورت اس کی ہے کہ ایک دوسرے کے تقاضوں کو سمجھنا چاہیے، خلط ملط نہیں کرنا چاہیے، داعی سے یہ امید نہیں رکھنی چاہیے کہ وہ جرنیل کا لہجہ اختیار کرے، اور جرنیل سے یہ امید نہیں رکھنی چاہیے کہ وہ داعی کا دائرہ اختیار کرے، دونوں کے اپنے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اپنے کام ہیں، البتہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون ہونا چاہیے، اصل میں ہم یہاں گڑ بڑ کر جاتے ہیں کہ دعوت اور دفاع کے تقاضوں کو خلط ملط کر دیتے ہیں اور ایک دوسرے پر اعتراضات شروع کر دیتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ دعوت کے تقاضے کیا ہیں اور داعی کی صفات کیا ہونی چاہییں، اس پر قرآن کریم کی مختلف آیات اور آنحضرتؐ کی بے شمار احادیث ہیں، میں قرآن پاک میں سے دو مقامات کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا، قرآن کریم نے ایک آیت مبارکہ میں دعوت کے تقاضے بیان کئے ہیں اور ایک مقام پر داعی کی صفات بیان کی ہیں، ان دونوں کا حوالہ دینا چاہوں گا، اللہ رب العزت نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا: اُدْعُ اِلٰـــی سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ اس آیت کریمہ میں دعوت کے چار تقاضے قرآن پاک نے بیان کیے ہیں، پہلے دعوت دینے کا حکم دیا ہے اُدْعُ اِلٰـــی سَبِيْلِ رَبِّكَ پھر دعوت کے تقاضوں میں پہلی چیز ذکر کی بِالْحِكْمَةِ کہ حکمت کے ساتھ دعوت دو، حکمت سے مراد ہے کہ موقع محل کے مطابق دیکھنا کہ کس طرح کی گفتگو کی ضرورت ہے، حکمت کسی متعین چیز کا نام نہیں ہے بلکہ موقع محل اور ماحول کو دیکھ کر فیصلہ کرنا کہ اس ماحول میں مجھے کس انداز میں بات کرنی چاہیے، داعی کے لیے دعوت کے ماحول کو سمجھنا، ماحول کے تقاضوں کا ادراک کرنا، اور اسے سامنے رکھ کر اپنی گفتگو کا لہجہ اختیار کرنا ''حکمت'' ہے، موقع محل کے مطابق حکمت عملی اختیار کرنا حکمت ہے، تو پہلی بات یہ کہ دعوت ماحول کو دیکھ کر دی جائے کہ یہاں کس لہجے میں بات کرنی چاہیے، اس کو اختیار کیا جائے۔

اگر آپ تاجروں میں بات کر رہے ہیں تو اور لہجے میں بات کریں گے، وکیلوں میں بات کر رہے ہیں تو اور لہجے میں بات کریں گے، طلبہ میں بات کر رہے ہیں تو اور لہجے میں بات کریں گے، اساتذہ میں بات کر رہے ہیں تو اور لہجے میں بات کریں گے، اور اگر سیاستدانوں میں بات کر رہے ہیں تو اور لہجے میں بات کریں گے۔

اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوجہل نے پوچھا آپ جو کہہ رہے ہیں وہ کیا ہے؟ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کے بارے میں دریافت کیا، تو چونکہ ابوجہل چوہدری تھا، سردار تھا۔ اس کی نفسیات دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب دیا کہ جو کلمہ میں تمہیں بتا رہا ہوں اگر تم اسے قبول کرلو گے تو عرب کی بادشاہت تمہاری ہوگی اور عجمی بھی تمہارے تابع ہوں گے۔ اب بظاہر دین کی دعوت سے عرب کی بادشاہت کا کیا تعلق ہے اور عجم کے تابع ہونے کا کیا تعلق ہے؟ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب کی نفسیات

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دیکھیں کہ وہ چوہدری ہے، سردار ہے، بڑا آدمی ہے اس کو یہی زبان سمجھ آئے گی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فرما رہے ہیں جو کلمہ میں تمہیں بتا رہا ہوں اگر تم اس کو قبول کرو گے تو تملك بها العرب عرب کے بادشاہ بن جاؤ گے اور عجم تمہارے تابع ہوں گے، ایک چوہدری اور سیاستدان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دین کی دعوت دے رہے ہیں تو اس کی نفسیات اور اس کی سائیکالوجی کے مطابق بات فرما رہے ہیں، اسی کا نام حکمت ہے کہ جس کو دعوت دے رہے ہیں اس کی نفسیات کو سمجھیں، اس کے ماحول کو سمجھیں اور موقع محل دیکھیں کہ میں نے کیسے بات کرنی ہے؟ تو دعوت کا پہلا تقاضا تو یہ ہے کہ دین کی دعوت حکمت کے ساتھ دی جائے۔

آج کی زبان میں اسے فریکوینسی سیٹ کرنا کہا جاتا ہے پیغام اور میسج ڈیلیور کرنے کے لئے فریکوینسی سیٹ ہونی چاہیے، داعی جہاں بھی جائے اسے وہاں کے تقاضوں اور ماحول کا لحاظ رکھنا ہوگا اور ماحول کے تقاضوں کے مطابق بات کرنا ہوگی، ماحول سے لڑ کر کیسے اپنا پیغام پہنچا سکتا ہے۔ داعی اس ماحول کو سمجھے گا اور اس کے تقاضوں کے مطابق بات کرے گا، حکمت اسی کا نام ہے کہ داعی ماحول کو دیکھے اور غور کرے کہ میری بات کس لہجے میں اور کیسے مخاطب کو سمجھ میں آئے گی، یہ داعی کی اپنی حکمت ہے کہ وہ موقع محل دیکھے اور جس بات کی ضرورت ہو، اس کے مطابق بات کرے، اس کو اپنی عقل و دانش استعمال کرتے ہوئے موقع محل کا صحیح ادراک کر کے بات کرنی چاہیے۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کہ دعوت دیتے وقت لہجہ وعظ و نصیحت کا ہو، لڑائی جھگڑے کا نہ ہو، آپ نے دعوت دینی ہے تو نصیحت اور خیر خواہی کے لہجے میں دیں، ہمارے والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ اس کی تلقین کیا کرتے تھے اور بات یوں سمجھاتے تھے کہ جس سے آپ بات کر رہے ہیں اگر اسے اندازہ ہو کہ یہ میری خیر خواہی میں بات کر رہا ہے تو وہ تمہاری سخت بات بھی سنے گا کہ یہ میرا ہمدرد ہے اور خیر خواہی کر رہا ہے، لیکن اگر اس کو یہ اندازہ ہو جائے کہ یہ میرا مقابلہ کر رہا ہے اور میری بات کا رد کر رہا ہے تو وہ اچھی بات بھی نہیں سنے گا اَلْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کا معنی یہ ہے کہ جسے آپ دعوت دے رہے ہیں اس کو یہ اندازہ ہو جائے کہ یہ میرا ہمدرد ہے اور میری خیر خواہی کر رہا ہے، یہ دعوت کا دوسرا تقاضا ہے، حکمت کے ساتھ دعوت دی جائے اور خیر خواہی کے لہجے کے ساتھ دعوت دی جائے۔

تیسری بات قرآن کریم نے یہ ذکر کی جَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ گفتگو میں کبھی بحث بھی ہو جاتی ہے، دعوت میں کبھی سوال ہوگا، اشکال ہوگا تو فرمایا جَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ مجادلہ، مکالمہ، گفتگو، کسی سوال

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا جواب دینے، اشکال کا حل پیش کرنے، الجھن یا کنفیوژن دور کرنے کے لیے احسن طریقہ اختیار کیا جائے۔ مکالمہ، مجادلہ بھی بہترین طریقے سے کیا جائے، یہ تیسرا دائرہ بیان کیا کہ اگر مجادلہ کی ضرورت پیش آئے تو احسن طریقے سے، خوبصورت لہجے میں مخاطب کے اشکال کا جواب دو، اور اسے سمجھاؤ۔

چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ اس میں اشارہ کیا کہ ہدایت دینا تمہارا کام نہیں بلکہ ہدایت دینا اللہ کا کام ہے، اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَن یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہدایت دینا میرا کام ہے تمہارا کام البلاغ ہے۔ قرآن پاک نے داعی کے ذمہ دو باتیں لگائی ہیں: البلاغ اور المبین، البلاغ کا معنی ہے بات کا پہنچا دینا اور المبین کا معنی ہے سمجھا دینا، داعی کے ذمے یہ دو ہی کام ہیں کہ بات صحیح طریقے سے پوری پوری پہنچا دے، بات ادھوری اور نامکمل نہ ہو۔ اور المبین بات سمجھا دینا کہ مخاطب کے ذہن میں بات اتر جائے، ہدایت دینا داعی کے ذمے نہیں ہے۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ کہ کیا آپ لوگوں کو مومن بنانے کے لیے جبر کریں گے؟ نہیں! جبر کا لہجہ نہیں ہونا چاہیے، افہام تفہیم کا لہجہ ہونا چاہیے۔ دعوت کے یہ چار تقاضے قرآن کریم نے اس آیت کریمہ میں بیان کیے ہیں، ایک یہ کہ حکمت سے دعوت دیں، دوسرا خیر خواہی کے لہجے میں بات کریں، تیسرا اگر مجادلہ اور مکالمہ کی ضرورت ہو تو اچھے لہجے میں گفتگو کریں اور چوتھا یہ کہ جبر نہ کریں۔

داعی کی صفات کیا ہونی چاہئیں سورۃ الغاشیۃ کے آخر میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ وَ اِلَى السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ وَ اِلَى الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ یہاں ایک علمی سوال ہے کہ اللہ رب العزت فرما رہے ہیں کہ کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ کتنا بلند ہے، اور پہاڑ کیسے گاڑ دیے گئے ہیں اور زمین کیسے بچھا دی گئی ہے، فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ تو تم نصیحت کرو، تم تو نصیحت کرنے والے ہی ہو، فَذَكِّرْ کی فاء تعقیب اور نتیجے کے لیے ہوتی ہے، گویا فرمایا گیا کہ ان چیزوں کو دیکھو اور لوگوں کو دعوت دو، ان چار چیزوں کو دیکھو، اونٹ کو دیکھو، آسمان کو دیکھو، پہاڑوں کو دیکھو اور زمین کو دیکھو فَذَكِّرْ پھر لوگوں کو نصیحت کریں اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ آپ تو بس داعی ہیں، یہاں حافظ ابن کثیرؒ نے بڑی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خوبصورت بات کی ہے کہ ان چار باتوں کے بعد فَذَکِّرْ کا کیا تعلق ہے کہ یہ چار چیزیں دیکھو اور نصیحت کرو، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے ان چار چیزوں کا حوالہ دے کر داعی کی صفات بیان کی ہیں کہ داعی میں کیا خوبیاں ہونی چاہییں، یہ چار چیزیں ذکر کر کے داعی کو بتایا کہ تمہارے اندر یہ خوبیاں ہونی چاہییں۔

پہلی چیز یہ فرمائی اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ کہ اونٹ کو دیکھو، اونٹ بڑا صابر جانور ہے، تین چار دن تک بھوکا رہ لیتا ہے، مسلسل چل سکتا ہے، کئی کئی دن پیاس برداشت کر سکتا ہے، اونٹ سب سے زیادہ صابر اور مشقت والا جانور ہے، داعی کو اونٹ کی طرح صابر ہونا چاہیے، اسی طرح صبر اور حوصلے والا ہونا چاہیے۔

اس کے بعد فرمایا وَ اِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ آسمان کی طرف دیکھو، داعی کا عزم آسمان کی طرح بلند ہونا چاہیے، داعی کا عزم کسی دائرے اور کسی سطح پر محدود نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اسلام پوری نسل انسانی کے لئے ہے، اسلام کا خطاب پوری نسل انسانی کو ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب بھی پوری نسلِ انسانی کو ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً داعی کے عزم میں آسمان جیسی بلندی ہونی چاہیے کہ پوری نسل داعی کا ٹارگٹ ہو۔ کسی طبقے، کسی گروہ، کسی فرقے اور کسی ایک نسل کو سامنے رکھ کر نہیں بلکہ پوری نسل انسانی کو سامنے رکھ کر دعوت دے، اسے حافظ ابن کثیرؒ تعبیر کرتے ہیں کہ داعی اپنا عزم آسمان کی طرح بلند رکھے۔

تیسری بات یہ ذکر فرمائی وَ اِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ داعی میں پہاڑ کی طرح مضبوطی ہونی چاہیے، اپنی جگہ سے ہلنا نہیں چاہیے، آندھیاں آتی ہیں، طوفان آتے ہیں، سیلاب آتے ہیں لیکن پہاڑ اپنی جگہ پر رہتا ہے، اسی طرح داعی کو اپنے مشن، اپنے پروگرام اور اپنے ایجنڈے سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے، اسے پہاڑ کی طرح جما رہنا چاہیے۔

چوتھی چیز یہ ذکر فرمائی وَ اِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ کہ داعی میں زمین کی طرح عاجزی اور خضوع ہونا چاہیے، دیکھیں ہم زمین کے ساتھ کیا کچھ نہیں کرتے، اس کے باوجود زمین ہمیں کیا کچھ نہیں دیتی؟ ذرا اس بات پر غور کریں کہ ہم زمین کے ساتھ کیا کچھ کرتے ہیں، زمین سے زیادہ کوئی عاجز نہیں ہے کہ جو ہمیں پانی بھی دیتی ہے، خوراک بھی دیتی ہے، اپنے اوپر بھی جگہ دیتی ہے، اپنے اندر بھی جگہ دیتی ہے، معدنیات بھی دیتی ہے، اس نے ہمارے لیے خزانے چھپا کر رکھے ہوئے ہیں، زمین سے زیادہ خدمت گزار اور زمین سے زیادہ عاجز کوئی مخلوق ہے؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تو جیسے زمین بچھی ہوئی ہے اسی طرح داعی کو خدمت گزار ہونا چاہیے۔

اللہ رب العزت نے ان آیات میں داعی کی صفات بیان کی ہیں کہ داعی کو اونٹ کی طرف صابر ہونا چاہیے، آسمان کی طرح بلندعزم والا ہونا چاہیے، پہاڑ کی طرح مستقل مزاج ہونا چاہیے اور زمین کی طرح عاجز اور خدمت گزار ہونا چاہیے۔ آخری بات یہ کہ اگر داعی سے کہیں کوئی خطا ہو جائے تو اسے توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔ محاذ آرائی اور مورچہ بندی دعوت کے تقاضوں کے بالکل منافی ہے۔

سوشل میڈیا سے متعلق ایک بات کرنا چاہوں گا کہ اگر کوئی اچھا ذریعہ ہاتھ میں آجائے تو اسے ضرورت کے مطابق صحیح طریقے سے استعمال کرنا چاہیے، میرے ہاتھ میں کوئی چیز آ گئی ہے تو یہ نہیں کہ میں جہاں چاہوں، جیسے چاہوں اس کو استعمال کروں، بلکہ حد بندی، توازن، اعتدال رکھنا چاہیے اور اس کے اثرات بھی دیکھنے چاہییں کہ میں جو بات کہنے لگا ہوں اس کا اثر کیا ہوگا؟ میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا، اللہ تعالیٰ نے خواب میں بتادیا کہ یہ ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتائے ہوئے مقام پر تشریف لے گئے اور سارا کچھ واضح ہوگیا، بال بھی پکڑے گئے، کنگھی بھی پکڑی گئی، ملزم بھی متعین ہوگیا، حضرت عائشہؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ! وہ بال اور کنگھی کدھر ہیں جو آپ نے برآمد کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دفن کر آیا ہوں، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللّٰه! افلا نشرتَ آپ نے اس کو نشر کیوں نہیں کیا؟ لوگوں کو دکھایا کیوں نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے بچالیا ہے تو میں لوگوں میں شر کیوں پھیلاؤں؟ میرے ساتھ معاملہ ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے مطلع کر کے مجھے اس سے بچالیا تو میں اسے عام کر کے لوگوں میں شر نہیں پھیلاؤں گا۔

سوشل میڈیا کا یہ مطلب نہیں کہ جو بات ہم چاہیں جب چاہیں جیسے چاہیں پھیلا دیں بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس خبر کا ری ایکشن کیا ہوگا، اس کے اثرات کیا ہوں گے؟ خبر میں دو اصولی باتیں یاد رکھنی چاہییں، ایک یہ تحقیق کی جائے کہ خبر ٹھیک ہے یا نہیں فتبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة دوسرا یہ کہ خبر ٹھیک ہونے کے باوجود یہ دیکھنا کہ اس کا ری ایکشن منفی تو نہیں ہوگا، خبر ٹھیک ہے، ری ایکشن منفی ہوگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اسے نشر نہیں کروں گا، خبر پھیلانے میں پیش کرنے میں ان دونوں باتوں کا لحاظ ضروری ہے، ایک یہ کہ خبر درست ہے یا نہیں اس کی تحقیق، اور دوسرا یہ دیکھنا کہ اس کا ری ایکشن سوسائٹی پر کیا ہوگا؟ اس سے شر تو نہیں پیدا ہوگا، یہ دونوں باتیں سامنے رکھ کر ہمیں میڈیا پر بات کرنی چاہیے۔ خواہ مخواہ غلط استعمال کر کے ہمیں اپنے گناہوں میں اضافہ نہیں کرنا چاہیے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[خطاب] مولانا محمد فیاض خان سواتی
[ضبط وترتیب] محمد حذیفہ خان سواتی

قربِ قیامت کی چھ نشانیاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، خُصُوْصاً عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الْهُدٰى، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ، اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌo

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ، وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

محترم حاضرین و برادران اسلام وخواتین محترمات!

تمہید

میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم سترہویں پارہ میں سے ''سورۃ الحج'' کی پہلی آیت تلاوت کی ہے، جس کی روشنی میں آج میں آپ کے سامنے قربِ قیامت کی وہ چھ نشانیاں عرض کرنا چاہتا ہوں جو جناب رسول اللہؐ نے ایک ہی مجلس میں ارشاد فرمائی تھیں، ویسے تو آپؐ نے قربِ قیامت کی بہت سی نشانیاں بیان فرمائی ہیں، کچھ چھوٹی ہیں اور کچھ بڑی ہیں، جن کو صغریٰ اور کبریٰ کہا جاتا ہے، امام قرطبیؒ نے جو روایت نقل کی ہے، انہوں نے ایک ہی روایت میں بہتر نشانیاں اکٹھی ذکر کی ہیں، تاہم میں بخاری شریف کے حوالے سے ایک حدیث مبارکہ آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں جس میں چھ نشانیوں کا اختصار کے ساتھ ذکر ہے، جبکہ اس کی تفصیلات حدیث کی دوسری کتابوں مثلاً ابن ماجہ وغیرہ میں بھی موجود ہیں، سردست ان سب کا خلاصہ عرضِ خدمت ہے۔

سب سے پہلے اس آیت کا ترجمہ ومفہوم سمجھ لیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تلاوت کردہ آیت کا ترجمہ ومفہوم

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یَـاَیُّھَا النَّاسُ اے لوگو! جب اللہ تبارک وتعالیٰ یَـاَیُّھَا النَّاسُ کے ساتھ مخاطب کرتے ہیں تو اس میں سب شامل ہوتے ہیں، جب یَـاَیُّھَـا الَّـذِیْـنَ آمَنُوْا کے ساتھ مخاطب کرتے ہیں تو اہلِ ایمان مسلمانوں کو خطاب ہوتا ہے، تو یہاں سب کو خطاب ہے یَـاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ اللہ کی ذات ایسی ہے جس سے ڈرنا چاہئے، وہ خالق ومالک ہے، وہ رحیم بھی ہے اور عذاب میں مبتلا کرنے والا بھی ہے، تمام صفاتِ کمال اس میں موجود ہیں، اسی لیے فرمایا اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، کیوں؟ یہ دنیا کی زندگی ختم ہونے والی ہے، ہر انسان ذی روح نے اپنا وقت پورا کر کے یہاں سے چلے جانا ہے، حتیٰ کہ ہم جس دنیا میں رہ رہے ہیں یہ دنیا بھی فنا ہونے والی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہی بات سمجھائی ہے اِنَّ زَلْـزَلَۃَ السَّـــاعَۃِ شَـیْءٌ عَـظِـیْـمٌ بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ بہت خوف ناک، دہشت ناک اور وحشت ناک ہے۔

یہاں ایک بات ذہن میں رہے کہ قیامت پر یقین رکھنا ایمانیات میں سے ہے، جیسا کہ ہم ایمان مفصل کے آخر میں یہ الفاظ پڑھتے ہیں وَالْیَـوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنا اور پھر وَالْبَـعْـثِ بَعْدَ الْـمَـوْتِ یعنی موت کے بعد دوبارہ اٹھ کھڑا ہونا۔ لہٰذا ہر آدمی کو اس پر اپنا عقیدہ مضبوط رکھنا چاہئے۔ قیامت کب واقع ہوگی؟ یہ اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں پتہ، اللہ نے خود فرما دیا ہے اِنَّ الـلّٰـــہَ عِـنْـدَہٗ عِلْـمُ السَّـــاعَۃِ۔ (لقمان۔۳۴) قیامت کی صحیح گھڑی کے وقوع کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ اللہ کے علاوہ نہ کسی نبی کو بتایا گیا ہے، نہ کسی ولی کو بتایا گیا ہے اور نہ کسی اور کو، لیکن اس کی علامات انبیاءؑ اور جناب رسول اللہؐ کو بتائی گئی ہیں، آپؐ نے مختلف مواقع پر ان کو ارشاد فرمایا ہے، انہی مواقع میں سے ایک موقع یہ ہے جو میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

قرآن کریم میں بعض اشراط الساعۃ

پہلے یہ بات ذہن میں رہے کہ قیامت کی کچھ علامات کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی فرمایا ہے، جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس سے اگلی آیت میں قیامت کی تین نشانیوں کا ذکر ہے۔

[۱] یَـوْمَ تَرَوْنَھَا تَذْھَلُ کُلُّ مُرْضِعَۃٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ جس دن تم دیکھو گے کہ جو دودھ پلانے والی ہے وہ اس بات کو بھول جائے گی کہ کس کو دودھ پلا رہی ہے، یعنی وہ اپنے بچے کو ہی بھول جائے گی۔ ماں کو بچے کے ساتھ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بے حد اُنس ہوتا ہے، خصوصاً وہ بچہ جو چھاتی سے دودھ پیتا ہو، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کی ہولنا کی ایسی ہوگی ہے کہ ماں بچے کو دودھ پلانا ہی بھول جائے گی۔ حدیث میں اس کی تفصیلات آئی ہیں کہ قیامت کے زلزلے کے جھٹکے پہلے ہلکے ہلکے ہوں گے، پھر آہستہ آہستہ بڑھتے چلے جائیں گے، بہت دہشت ناک منظر ہوگا، قرآن کریم میں اس کو اَلطَّامَّۃُ الْکُبْرٰی کے نام سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

[۲] دوسری نشانی یہ فرمائی وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا ہر حاملہ قیامت کی ہولنا کی اور دہشت کی وجہ سے اپنے حمل کو گرادے گی، یعنی اپنے بچے کو گرادے گی اور حمل ضائع ہو جائے گا۔

[۳] تیسری نشانی اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ارشاد فرمائی وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى اور تم دیکھو گے لوگوں کو نشے کی حالت میں، یعنی قیامت کی ہولنا کی کی وجہ سے ایسی ذہنی کیفیت طاری ہو جائے گی جیسے نشہ کرنے کے بعد انسان کو پتہ نہیں چلتا، سر گرانی ہوتی ہے اور اس کو کسی چیز کا صحیح ادراک نہیں ہوتا وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے، لیکن ان کی کیفیت نشے کی سی ہوگی وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ اور لیکن یہ بات یاد رکھو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

یہ وہ تین نشانیاں ہیں جو تلاوت کردہ آیت کے ساتھ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود ارشاد فرمائی ہیں، قرآن کریم میں اور بھی بہت سی نشانیاں ہیں، وہ ایک مستقل موضوع ہے، میں اس طرف نہیں جانا چاہتا۔

حضورؐ کی ایک مجلس میں ارشاد فرمودہ چھ علاماتِ قیامت

اِس وقت میں صرف وہ چھ علاماتِ قیامت عرض کرنا چاہتا ہوں جو حضور نبی اکرمؐ نے ایک ہی مجلس میں ارشاد فرمائیں۔ یہ حدیث مبارکہ بخاری شریف میں موجود ہیں، جو اہل السنۃ والجماعۃ کی وہ کتاب ہے جو اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ اللہ کی کتاب کے بعد سب سے صحیح کتاب ہے، جس میں جناب رسول اللہؐ کی احادیث مبارکہ، سنتیں، اعمال اور آثار ہیں۔ قیامت کی یہ چھ علامات بخاری شریف کی اس روایت میں اختصار کے ساتھ مذکور ہیں، جبکہ صحاح ستہ کی دوسری کتاب ابن ماجہ شریف میں بھی قدرے تفصیل کے ساتھ آئی ہیں، میں دونوں کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔

اس حدیث مبارکہ کو روایت کرنے والے حضور نبی اکرمؐ کے جلیل القدر صحابی، حضرت عوف بن مالک الاشجعی الغطفانیؓ ہیں، جن کی کنیت ابو حماد تھی، ابو عبدالرحمٰن اور ابو عمرو وغیرہ بھی کہی گئی ہے، یہ بنی غطفان کی شاخ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بنی اشجع سے تعلق رکھتے تھے، تقریباً ۷ھ میں انہوں نے اسلام قبول کیا، حضور نبی اکرمؐ کے ساتھ سب سے پہلے جس غزوہ میں شریک ہوئے وہ غزوۂ خیبر ہے، جو ۷ھ میں ہوا تھا، اس کے بعد ۸ھ فتح مکہ میں بھی حضور نبی اکرمؐ کے ساتھ شریک تھے، بلکہ ان کے قبیلہ اشجع کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا اور اپنے قبیلے کی سربراہی یہی فرما رہے تھے، بڑے مجاہد اور دلیر صحابی تھے، حضور نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں یہ شام میں جا کر آباد ہو گئے تھے، ان سے بہت سے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے احادیث روایت کی ہیں۔ پھر شام میں ۷۳ھ میں ان کی وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔

یہ اس حدیث کے راوی ہیں، کہتے ہیں اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ میں نبی اکرمؐ کے پاس آیا، اس وقت آپؐ غزوۂ تبوک میں شریک تھے۔ تبوک ایک جگہ کا نام ہے، جہاں رجب ۹ھ میں ایک غزوہ ہوا تھا۔ غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں جناب رسول اللہؐ خود قیادت فرمائیں، اس کے برعکس سریہ ہوتا ہے، سریہ اس کو کہتے ہیں جس میں آپؐ خود تشریف نہ لے جائیں، بلکہ اپنی زندگی میں کسی اور کو سربراہ بنا کر بھیجیں۔ غزوۂ تبوک آپؐ کی زندگی کا آخری غزوہ تھا، اس کے بعد آپ کسی جنگ میں بالفعل شریک نہیں ہوئے، البتہ سرایا ہوتے رہے۔

حضرت عوف بن مالکؓ کہتے ہیں میں غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور نبی اکرمؐ کے پاس حاضر ہوا وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ اَدَمٍ آپؐ اس وقت ایک چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے، کہتے ہیں میں آ کر خیمے کے باہر بیٹھ گیا، جناب رسول اللہؐ نے مجھے دیکھا تو فرمایا خیمے کے اندر داخل ہو جا، میں نے کہا کہ مکمل داخل ہو جاؤں؟ آپؐ نے فرمایا کہ مکمل داخل ہو جا، کہتے ہیں میں خیمے کے اندر آ کر بیٹھ گیا، فَقَالَ جناب رسول اللہؐ نے اس موقع پر مجھے مخاطب کر کے فرمایا اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ چھ نشانیوں کو گن، جو قیامت سے پہلے پیش آئیں گی۔ یعنی میں قیامت کی چھ علامات بیان کرنے لگا ہوں، تُو اُن کو شمار کر۔ کہتے ہیں میں سننے کیلئے ہمہ تن گوش ہو گیا کہ آپؐ ارشاد فرمائیں گے اور میں سنوں گا، چنانچہ جناب رسول اللہؐ نے بڑے اختصار کے ساتھ قیامت کی چھ نشانیوں کو بیان فرمایا۔

اب میں بالترتیب ان نشانیوں کو عرض کرنا چاہتا ہوں، اس مقصد کیلئے کہ ہم ان نشانیوں سے عبرت حاصل کریں، ان میں سے کچھ ظاہر ہو چکی ہیں اور کچھ ہونے والی ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[۱] ختم نبوت

آپؐ نے ان چھ نشانیوں میں سے پہلی نشانی یہ ارشاد فرمائی مَوۡتِیۡ یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی میری موت ہے۔ صحابی کہتے ہیں یہ بات سن کر میں بہت رنجیدہ ہوا۔ چونکہ ان کو آپؐ کے ساتھ گہری قلبی محبت تھی، وہ اپنی جان قربان کر سکتے تھے، لیکن حضور نبی اکرمؐ پر کوئی آنچ نہیں آنے دے سکتے تھے، جب آپؐ کی وفات کا ذکر سنا تو کہتے ہیں میں بڑا ہی پریشان ہوا۔ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ شمار کر، ایک، یعنی ایک ہوگئی ہے، تو میں نے ایک شمار کی۔

یہاں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ قیامت کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ جناب رسول اللہؐ آخری نبی ہیں، قرآن میں بھی آیا ہے اور جناب رسول اللہؐ نے بھی فرمایا ہے کہ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیۡنَ لَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جب آپؐ تشریف لے آئے اور پھر دنیا سے رخصت ہو گئے تو یہ قیامت کی بڑی نشانی ہے۔ جناب رسول اللہؐ نے خود فرما دیا، ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں بُعِثۡتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیۡنِ میں اور قیامت بالکل اس طرح ہیں۔ آپ نے ایک درمیان والی انگلی اور ایک ساتھ والی انگلی دونوں اکٹھا کر کے اشارہ فرمایا۔ یعنی میں اور قیامت اس طرح مبعوث کیے گئے ہیں۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو چھوٹی انگلی ہے، یہ حضور نبی اکرمؐ ہیں اور بڑی یہ قیامت ہے، جو آگے تھوڑی سی بڑھی ہوئی ہے، آپ نے فرمایا کہ میں آ گیا ہوں اور میرے بعد قیامت اتنی سی رہ گئی ہے، بس اتنا سا وقت باقی ہے۔ الغرض! حضور نبی اکرمؐ کی دنیا میں تشریف آوری اور پھر دنیا سے خدا کی بارگاہ میں پیش ہو جانا یہ قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جو واقع ہو چکی ہی ہے۔

[۲] فتحِ بیت المقدس

دوسری نشانی آپ نے یہ ارشاد فرمائی ثُمَّ فَتۡحُ بَیۡتِ الۡمَقۡدِسِ پھر بیت المقدس کی فتح ہوگی۔ بیت المقدس کم و بیش تمام انبیاءؑ کا قبلہ رہا ہے۔ خود ہمارا، یعنی جناب رسول اللہؐ کا قبلہ بھی یہی رہا ہے، ہجرت سے سولہ یا سترہ ماہ بعد تک آپ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیت اللہ کی طرف رخ کروا دیا فَوَلِّ وَجۡھَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ۔ (البقرۃ۔۱۴۴) پس اب پھیر دیں آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔ بیت المقدس چونکہ یہ تمام انبیاءؑ کا قبلہ رہا ہے، اسی وجہ سے وہاں جھگڑا ہے، یہودی اس کو اپنا سمجھتے ہیں، عیسائی اپنا سمجھتے ہیں اور مسلمان اپنا سمجھتے ہیں، اب تو تنازعہ بہت زیادہ ہو گیا ہے، وہاں ہر وقت قتل و قتال ہوتا رہا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بیت المقدس کی فتح حضور نبی اکرمؐ کے صحابہؓ کے زمانہ میں ایک دفعہ ہو چکی ہے۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت ۱۶ھ میں بیت المقدس کو فتح کر لیا گیا تھا، آپ وہاں تشریف بھی لے گئے تھے، عیسائی بیت المقدس کی چابیاں نہیں دے رہے تھے کہ جب تک تمہارا خلیفہ نہیں آئے گا ہم چابیاں نہیں دیں گے، اس لیے حضرت عمرؓ کو شام کا سفر کرنا پڑا، ایک اونٹ پر خادم اور آپ یکے بعد دیگرے سواری کر رہے تھے، جب شام میں پہنچے تو خادم کے اونٹ پر سوار ہونے کی باری آ گئی اور حضرت عمرؓ کی نکیل پکڑنے کی باری آ گئی، ساتھیوں نے بہت کہا کہ حضرت ہم اپنی باری چھوڑتے ہیں، آپ اس وقت اونٹ کے اوپر بیٹھیں، لوگ کیا سمجھیں گے، انہوں نے کہا نہیں، تیری اوپر بیٹھنے کی باری ہے، للہٰذا تُو ہی بیٹھ، اس وقت حضرت عمرؓ نے جو کرتا پہنا ہوا تھا اس میں تقریباً سترہ پیوند لگے ہوئے تھے، جب آپ بیت المقدس کے قریب پہنچے، یہود ونصاریٰ نے آپ کو دیکھا تو ان پر آپ کی ہیبت اور رعب اتنا طاری ہوا کہ انہوں نے کوئی اور بات ہی نہیں کی اور آپ کو فوراً چابیاں دے دیں۔

تو بیت المقدس حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ایک دفعہ فتح ہو چکا ہے، اس کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے زمانے میں بھی فتح ہوا، اب پھر اُن کے قبضہ میں ہے، قربِ قیامت میں جب امام مہدیؒ آئیں گے وہ بھی بیت المقدس کو فتح کریں گے، وہ اپنے جھنڈے ایلیا میں گاڑ دیں گے، ایلیا قدیم جغرافیہ میں بیت المقدس اور اس کے اطراف کو کہتے ہیں، تو دوسری نشانی جناب رسول اللہؐ نے یہ فرمائی کہ بیت المقدس کی فتح ہوگی۔

[۳] اچانک اموات

تیسری نشانی آپ نے یہ فرمائی ثُمَّ مُوْتَانٌ بعض احادیث میں مُوْتَانٌ ہے اور بعض میں مَوْتَانٌ ہے۔ اس کا معنٰی ہوتا ہے اچانک موت آنا، یعنی آناً فاناً موت واقع ہو جانا، ایک آدمی کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ابھی اس کی موت آئے گی، لیکن اچانک نوجوان موتیں ہو رہی ہیں، جنہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اس کی مثال آپ نے یہ ارشاد فرمائی يَأْخُذُ فِيكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ یہ اچانک موتیں وبا کی صورت میں ہوں گی، جو تم کو اس طرح پکڑیں گی جیسے قُعاص بیماری بکریوں کے ریوڑ کو پکڑتی ہے، یہ بہت خطرناک بیماری ہے، قُعاص کی بیماری کو عربی میں اَنَفُ الْعَنْزَۃِ بھی کہتے ہیں اور آج کل میڈیکل سائنس والے اس کو Influenza کہتے ہیں، یہ بخار کی ایک قسم ہے، یہ جانوروں میں بکریوں کے ناکوں سے شروع ہوتی ہے، ان کے ناک بہنا شروع ہوتے ہیں، جسے نزلہ زکام کہتے ہیں، سینے سے کھانسی وغیرہ اٹھتی ہے اور پھر ایک بکری سے دوسری، دوسری سے تیسری اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یوں آناً فاناً سینکڑوں بکریاں ہلاک ہو جاتی ہیں، انہی سے یہ وبا انسانوں میں آتی ہے اور انسان بھی آناً فاناً مرتے ہیں، یہ کورونا بھی اسی قسم کی وبا ہے، حکیم اجمل خان مرحوم نے اپنی کتاب ''حاذق'' میں لکھا ہے کہ یہ وبا جسے آج کل کورونا کہتے ہیں اصل میں نزلہ زکام کی ایک قسم ہے، جب یہ بگڑتا ہے تو وبا کی صورت اختیار کر جاتا ہے، اس کورونا کی جتنی نشانیاں میڈیکل سائنس والے بتارہے ہیں، آج سے تقریباً سو سال پہلے حکیم اجمل خان انہیں اپنی کتاب میں لکھ چکا ہے، اس کی کتاب ''حاذق'' اٹھا کر دیکھ لیں، اس میں یہ سب لکھا ہوا ہے، تو فرمایا کہ اچانک موت، جس طرح بکریوں کے ریوڑ کو پکڑ لیتی ہے، اسی طرح تم کو بھی پکڑے گی۔

بخاری شریف کی روایت میں فِیْکُمْ کا لفظ ہے، یعنی تم کو، جبکہ کتاب الفتن میں حضرت نعیم بن حمادؒ کی روایت میں یہ عربوں کیلئے آیا ہے اور مختار الصحاح میں یہ الفاظ ہیں کہ ساری دنیا کو پکڑ لے گی۔ آج کل اس وبا نے جو ساری دنیا کو پکڑا ہوا ہے یہ مختار الصحاح کی روایت کے مطابق ہے، جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

الغرض! تیسری نشانی جناب رسول اللہؐ نے یہ ارشاد فرمائی کہ اچانک موتیں ہوں گی، یہ وبا اسی کی صورت ہے، اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وبا کے زمانے میں احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں، یہ حکیم اجمل خان نے بھی لکھا ہے، ڈاکٹر بھی سارے کہتے ہیں اور شریعت کا بھی یہی حکم ہے۔

[۴] مال کی کثرت

چوتھی نشانی جناب رسول اللہؐ نے یہ ارشاد فرمائی ثُمَّ اسْتِفَاضَۃُ الْمَالِ پھر مال کی کثرت ہو جائے گی، یعنی جب اچانک موتیں ہوں گی، بعض کہتے ہیں کہ یہ موتیں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جو طاعون عمواس ہوا تھا، اس صورت میں واقع ہو چکی ہیں، اس میں ایک ایک دن میں ستر ستر ہزار آدمی مارے گئے تھے، لیکن آج کل یہ جو کورونا چل رہا ہے، اس پر اس کا زیادہ مصداق آرہا ہے، اس نے پوری دنیا کو جکڑا ہوا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ موت کے گھاٹ اتر رہے ہیں، آناً فاناً موتیں ہو رہی ہیں اور نوجوان موتیں ہو رہی ہیں۔ فرمایا کہ جب یہ موتیں ہو جائیں گی تو پیچھے مال کی کثرت ہو جائے گی، پھر کیا ہوگا؟ جب مال کی کثرت ہو جائے گی حَتّٰی یُعْطَی الرَّجُلُ مِائَۃَ دِیْنَارٍ فَیَظَلُّ سَاخِطًا جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کسی آدمی کو اگر سو دینار دیا جائے گا تو وہ اس پر بھی ناراض ہو گا، غرضیکہ ہر آدمی کے پاس مال اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ کسی کو سو دینار بھی دیا جائے تو وہ اس کو کم ہی سمجھے گا، وہ کہے گا کہ یہ کیا؟ آج آپ کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ کسی مانگنے والے کو سو روپیہ دیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے سو نہیں، بلکہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پانچ سودو۔ نیز تھوڑی عطا پر بھی آدمی ناراض ہوگا کہ مجھے اتنی کیوں ملی زیادہ کیوں نہیں ملی۔ یہ بہت تفصیلی باتیں ہیں، وقت ختم ہورہا ہے، میں ان تفصیلات میں نہیں جا سکتا۔

[۵] عربوں میں فتنہ

پانچویں نشانی آپ نے یہ ارشاد فرمائی ثُمَّ فِتْنَةٌ پھر فتنہ ہوگا۔ فرمایا لَا يَبْقٰى بَيْتٌ مِنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ایسا فتنہ ہوگا کہ عربوں کا کوئی گھر اس سے نہیں بچے گا، سب عرب اس میں مبتلا ہوں گے۔ یہ حضورؐ کی بیان کردہ قیامت کی نشانی ہے۔ آج آپ کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جتنا مال، پیٹرول اور سونا عربوں کے پاس ہے، اتنا کسی کے پاس نہیں ہے، لیکن عربوں کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں فتنہ نہ ہو، کچھ آپس میں لڑ رہے ہیں اور کچھ دوسرے ممالک ان سے مال، پیٹرول اور سونا سمیٹنے کے چکروں میں ان کو آپس میں بھڑا کر کمزور کر رہے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ قیامت کے قریب عرب کم ہو جائیں گے، جب جنگیں ہوں گی تو یہ بہت مارے جائیں گے، تو فتنہ عربوں کے تمام گھروں کو گھیر لے گا، جو آج کھلی آنکھوں سے ہر ایک دیکھ سکتا ہے۔

[۶] کفار کا مسلمانوں کے خلاف اتحاد

چھٹی نشانی آپؐ نے یہ ارشاد فرمائی ثُمَّ هُدْنَةٌ پھر ہدنہ ہوگا۔ یہ عربی کا لفظ ہے، ہدنہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک گروہ کی دوسرے گروہ کے ساتھ حرکت شروع ہو جائے، یعنی جنگ کی مکمل تیاری کے بعد حرکت شروع ہو، دونوں اطراف سے فوجیں لڑائی کیلئے حرکت شروع کرنے لگیں، اس دوران ان کی آپس میں صلح ہو جاتی ہے اور معاہدہ ہو جاتا ہے، اس معاہدہ کو ہدنہ کہتے ہیں، مطلب یہ کہ لشکر آپس میں لڑنے کیلئے بالکل صف بستہ ہیں، اس دوران میں یہ معاہدہ ہو جاتا ہے کہ جنگ نہیں کریں گے، پھر دونوں لشکر صلح کر لیتے ہیں اور شرائط طے ہو جاتی ہیں، اسی کو ہدنہ کہتے ہیں، جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ پھر ہدنہ ہوگا۔ ہدنہ کن کے ساتھ ہوگا، فرمایا تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِى الْاَصْفَرِ تمہارے اور بنی الاصفر کے مابین ہوگا۔ نزول قرآن کے زمانہ میں بنی الاصفر اہل روم کو کہتے تھے، جو کہ عیسائی تھے۔ آج بھی پوری دنیا میں امریکہ کی صورت میں سپر طاقت عیسائی ہیں، اس وقت دنیا میں عیسائیوں کی آبادی بھی سب سے زیادہ ہے۔

جناب رسول اللہؐ نے فرمایا ہدنہ ہوگا، صلح ہوگی بنی اصفر اور اہل روم کے ساتھ، وہ صلح کریں گے، آپس میں جنگ کیلئے دونوں لشکر تیار ہوں گے، حرکت شروع ہو جائے گی اور اس دوران ہدنہ ہو جائے گا، آپس میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مصالحت، صلح اور شرائط طے ہو جائیں گی، فَيَغْدِرُوْنَ اس کے بعد بنی الاصفر غداری کریں گے اور معاہدہ توڑ دیں گے، جب یہ معاہدہ توڑیں گے تو تمہارے خلاف جو لشکر لائیں گے وہ لشکر بڑا کثیر ہوگا، آپؐ نے اس کی تعداد بتائی، فرمایا فَيَأْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً وہ اس بڑے لشکر کے ساتھ تم پر چڑھائی کریں گے جس میں اسی جھنڈے ہوں گے اور تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفاً ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار آدمی ہوں گے، گویا کہ کافروں کا تمہارے خلاف اتحاد ہو جائے گا۔ آج کل اس کو آسان الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اسی ملکوں کا اتحاد ہو جائے گا، اس کے نظائر آپ دیکھ چکے ہیں کہ عراق پر جب حملہ ہوا تو ستائیس ملکوں نے اتحاد کیا ،کہیں بتیس ملکوں کا مسلمانوں کے خلاف اتحاد ہوا، افغانستان پر حملہ ہوا تو کتنے ملکوں نے اتحاد کیا؟ فرمایا اسی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کا لشکر ہوگا، یہ تقریباً نو لاکھ فوج کی تعداد بن جاتی ہے، یعنی نو لاکھ فوج مسلمانوں کے خلاف لڑنے کیلئے تیار ہو جائیں گے، یہ ہدنہ ہوگا، وہ معاہدہ ختم کریں گے۔ دنیا میں اس وقت مسلمانون کے خلاف جو فساد مچا ہوا ہے، یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

جناب رسول اللہؐ نے یہ چھ نشانیاں ایک ہی حدیث مبارکہ میں بیان فرمائی ہیں، ہماری لیے اس میں عبرت اور سبق کا سامان ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قیامت کی تیاری کی توفیق نصیب فرمائے۔

حرفِ آخر

ایک بات حضور نبی اکرمؐ کی یہ بھی سن لیں، آپ نے فرمایا مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ جو آدمی فوت ہو گیا تو اس کی قیامت شروع ہو گئی، کوئی یہ نہ سوچے کہ مرنے کے بعد قیامت بڑی دور ہے، آپ نے فرمایا اِنَّ الْقَبَرَ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِّنْ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ یہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، گویا کہ اس سے قیامت کی پہلی منزل شروع ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کی تیاری کی کوشش کریں۔ یہ جو وبائیں ہیں، بلائیں ہیں اور بیماریاں ہیں ان کے لیے خدا کے سامنے گڑگڑائیں، اس سے دعا کریں، کیونکہ دنیا عاجز آ چکی ہے، کورونا ایسی بیماری ہے جس کی کوئی دوائی بھی ابھی تک تیار نہیں ہوئی، دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو سچے دل کے ساتھ توبہ و استغفار کی توفیق نصیب فرمائے اور ہمیں ان بلاؤں اور وباؤں سے نجات عطا فرمائے۔

ایک اہم دینی مسئلہ

[ا] یہ ایک مسئلہ پوچھ رہے ہیں کیا ایک بھائی اپنی بیوہ بہن کو جو عدت میں ہے اور چار بچوں کی کفالت کر رہی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے قربانی کے پیسے دے سکتا ہے؟

[ج] ہاں بھئی! اگر اس پر قربانی واجب ہے، اس کے پاس پیسے نہیں ہیں، بھائی اس کو پیسے دے سکتا ہے، وہ اس کی ملکیت میں آ جائیں گے تو وہ خود قربانی کر سکے گی۔

دعائیہ کلمات

یہ صاحب کہہ رہے ہیں میرے جوان بیٹے کے پیٹ میں اکثر درد رہتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ صحت وتندرستی نصیب فرمائے۔ محمد صادق جو رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی بخشش ومغفرت فرمائے، اسی ہفتہ میں چوہدری اکرم صاحب کی اہلیہ وفات پا گئی ہیں، ان کا جنازہ یہیں ہوا تھا، نیک خاتون تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی بخشش ومغفرت فرمائے۔ ملک عثمان المدینہ میڈیکل سٹور والے جو کہ بہت بیمار ہیں، ڈاکٹر نے جواب دے دیا ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو صحت وتندرستی نصیب فرمائے۔ محمد کاشف صاحب کہہ رہے ہیں میری والدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی بھی بخشش ومغفرت فرمائے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے مسلمان وفات پا چکے ہیں، نوجوان، بچے، بوڑھے، وبا میں، بیماریوں میں، کورونا میں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی بخشش ومغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور شہادت کے مرتبہ پر فائز فرمائے۔

جو بیمار ہیں، اِس بیماری یا دیگر بیماریوں میں مبتلا ہیں، مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کی پریشانیوں کو دور فرمائے، اس وقت ہر ایک پریشان ہے، ملک کے حالات بھی ٹھیک نہیں ہیں، یہاں وہ وہ کام ہو رہے ہیں جو اسلامی حکومت کے نہیں ہیں، کہیں مندر بنائے جا رہے ہیں، کہیں گوردوارے بنائے جا رہے ہیں، مساجد ومدارس کو بند کیا جا رہا ہے، پتہ نہیں عجیب کیفیت ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو ہدایت نصیب فرمائے، اگر ہدایت ان کے مقدر میں نہیں ہے تو اللہ اس ملک کے مقدر میں اچھے حکمران نصیب فرمائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دینِ حق کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے، اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَن لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

(تاریخ خطبہ جمعۃ المبارک: ۱۰، جولائی ۲۰۲۰ء)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مولانا قاری سعید احمد

صدر مدرس شعبہ تجوید جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنے کی شرعی حیثیت

[قسط نمبر-۱]

قرآنِ کریم کو خوش الحانی سے پڑھنا نبی کریمؐ کی سنت ہے

قرآنِ کریم کو خوش الحانی اور خوبصورت آواز سے پڑھنا سید القراء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ درج ذیل احادیث اس پر واضح دلیل ہیں:

(۱) صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما أَذِنَ الله لشيء ما أَذِنَ لنبي حسن الصوت يتغنى بالقرآن يجهر به

"اللہ تعالیٰ اتنا متوجہ ہو کر کسی چیز کو نہیں سنتا، جتنا قرآن کو متوجہ ہو کر سنتا ہے، جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اونچی آواز سے خوش آوازی اور خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔" (بخاری ۷۵۴۴، مسلم ۱۸۴۴)

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآنِ کریم کو ترنم اور خوش الحانی سے پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس قدر توجہ سے سنتے ہیں کہ کسی اور کی آواز کو اس قدر توجہ سے نہیں سنتے، اللہ تعالیٰ پیغمبروں کی تلاوت کو اس لئے بھی زیادہ توجہ سے سنتا ہے کیونکہ پیغمبروں کی شخصیت ہر لحاظ سے مکمل ہوتی ہے اور ان کی قراءت خشیتِ الٰہی، سوز اور خوبصورت آواز کا ایک حسین مرقع ہوتی ہے اور تلاوتِ قرآن کا مقصدِ حقیقی بھی یہی ہے اور اسی میں انسان کی سعادت ہے کہ اللہ اس کی آواز کو توجہ سے سن لے، یوں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نیک وبد اپنے سب بندوں کی آواز کو سنتا ہے جیسا کہ امّ المومنین عائشہ صدیقہ نے فرمایا: تبارك الذی أوعی سمعه كل شیء "برکت والی ہے وہ ذات کہ کوئی چیز بھی اس کے دائرۂ سماعت سے باہر نہیں ہے۔" (تفسیر ابن کثیر: ۶۰/۸)

لیکن اپنے مومن بندوں کی آواز کو وہ زیادہ توجہ سے سنتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا إِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ (سورۃ یونس۔۶۱)

"(اے نبی!) تم جس حال میں بھی ہوتے ہو اور قرآن میں سے جو کچھ بھی سناتے ہو اور (اے لوگو!) جو کام بھی تم کر رہے ہوتے ہو، ہم ہر وقت تمہارے سامنے موجود ہوتے ہیں، جبکہ تم اس میں مشغول ہوتے ہو۔"

اَذِنٌ کا مطلب کیا ہے؟ یہاں حدیث میں جو لفظ 'اَذِنٌ' استعمال ہوا ہے، اس سے مراد کسی بات کو کان لگا کر نہایت توجہ اور غور سے سننا ہے۔ اسی سے اللہ کا یہ فرمان ہے:

إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (سورۃ الانشقاق۔۱،۲)

"جب آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اپنے ربّ کے حکم پر کاربند ہونے کے لئے کان لگائے ہوئے ہوگا اور یہی اس کو لائق ہے۔" یعنی وہ اپنے ربّ کا حکم کان لگا کر سنے گا اور اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے ربّ کا حکم توجہ سے سنے اور اسے مان لے۔

اَذِن کی تفسیر 'استماع' (نہایت توجہ سے سننا) ہے جیسا کہ فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

اللّٰه أشد أذِنا إلى الرجل الحسن الصوت بالقرآن يجهر به من صاحب القينة إلى قينته (ابن ماجہ، حدیث: ۱۳۴۰) "بے شک اللہ جل جلالہ خوش آواز شخص کا قرآن اس قدر توجہ اور انہماک سے سنتا ہے کہ ایک گانا سننے والا شخص، گانے والی گلوکارہ کا گانا بھی اتنی توجہ سے نہیں سنتا ہوگا۔"

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآنِ مجید نہایت خوش الحانی، خوش آوازی اور ترنم سے پڑھتے تھے۔ قرآن پڑھنے میں کوئی شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوش آواز نہیں تھا۔ چنانچہ صحیحین میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ مغرب میں سورۃ الطّور کی تلاوت کرتے سنا، میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت آواز اور قراءت کسی کی نہیں سنی۔"

ایک روایت میں ہے کہ "پڑھتے پڑھتے جب آپ اس آیت پر پہنچے: أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ (سورۃ الطّور۔۳۵)" (کیا وہ کسی اور چیز سے پیدا کئے گئے ہیں یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں) تو مجھے یوں لگا جیسے میرا دل شدتِ تاثیر سے پھٹ جائے گا۔" (بخاری ۴۸۵۴، مسلم ۱۰۳۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جبیر اس وقت ابھی مشرک تھا، پھر وہ کیوں آپ کی قراءت سے اس قدر متاثر ہوا؟ صرف آپ کی خوش آوازی اور خوش الحانی سے اور ان عظیم معانی سے جو جبیر نے عربی زبان میں اپنی مہارت سے سمجھے تھے۔

(۴) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز میں سورۃ التین کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ یقین سے کہتا ہوں کہ میں نے آپ سے زیادہ خوش آواز کبھی نہیں سنا"۔ (بخاری: ۷۶۹)

(۴) صحیحین میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ليس منا من لم يتغن بالقرآن (بخاری: کتاب التوحید ۷۵۲۷)

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوش آوازی سے نہ پڑھے۔"

حدیث 'تغنی بالقرآن' کی تفسیر میں علما کا اختلاف

تَغَنّ سے کیا مراد ہے: اس بارے میں علما کے دو اقوال ہیں:

پہلا قول (بے نیازی): سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ "اس سے مراد یہ ہے کہ اسی کو لازوال دولت سمجھے۔" امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ "اس سے مراد یہ ہے کہ وہ قرآن کو دیکھ کر ماضی کے واقعات سے بے نیاز ہو جائے۔" (رواہ البخاری تعلیقاً: ۶/۱۰۸) ابن راہویہ نے بھی ابن عیینہ سے یہی مفہوم نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے مراد وہ استغناء نہیں جو فقر کی ضد ہے۔" (فتح الباری: ۹/۶۸) ... امام بخاری نے بھی صحیح بخاری میں یہی موقف اختیار کیا ہے، انہوں نے من لم يتغن بالقرآن کے نام سے باب قائم کیا ہے، اور اس کے نیچے قرآن کی یہ آیت ذکر کی ہے۔

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (سورۃ العنکبوت۔۵۱)

"کیا انہیں کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔"

یحییٰ بن جعدہ نے اس آیت کا جو سببِ نزول ذکر کیا ہے، اس سے بھی اسی موقف کی تائید ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "چند مسلمان کچھ تحریریں لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جن میں انہوں نے بعض ایسی باتیں نقل کی تھیں جو انہوں نے یہود سے سنی تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تحریریں دیکھ کر فرمایا کہ کسی قوم کی حماقت اور گمراہی کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے رسول کی تعلیمات سے اِعراض کر کے دوسروں کی باتوں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی طرف متوجہ ہو جائے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔"اس مرسل روایت کے کئی اور شواہد بھی ہیں۔دیکھئے طبری (۲۱/۷)،الدرالمنثور (۵/۱۴۸)،مراسیل ابی داود (ص۳۲۰)،فتح القدیر (۴/۲۰۹)

اوراس تفسیر کی تائیداس روایت سے بھی ہوتی ہے جوعبداللہ بن ابی ملیکہ تیمی نے عبداللہ بن ابی نہیک سے نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں بازار جارہا تھا کہ میری ملاقات سعد بن ابی وقاص سے ہوئی تو انہوں نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: آپ دنیا کمانے والے تاجر ہیں حالانکہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا لیس منا من لم یتغن بالقرآن (وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن کو دیکھ کر دنیا کے مال ودولت سے بے نیاز نہیں ہوجاتا)

ابوعبید قاسم بن سلّام ہروی نے بھی اسی تفسیر کو پسند کیا ہے اور بطورِ دلیل کلامِ عرب سے استشہاد کرتے ہوئے حاتم أعشٰی کا یہ شعر پیش کیا ہے

وکنت امرءً ا زمنا بالعراق خفیف المناخ طویل التغنی

"میں ایسا آدمی تھا جس نے عراق میں ایک عرصہ انتہائی مختصر سامان مگر کامل غنا (بے نیازی) کے ساتھ بسر کیا۔(دیوان الأعشٰی:ص۷۵)

اسی طرح مغیرہ بن حبناء کا شعر ہے

کلانا غنی عن أخیه حیاته ونحن إذا متنا أشد تغانیا

"ہم دونوں بھائی زندگی میں بھی ایک دوسرے سے بے نیاز ہیں اور جب ہم دارِ آخرت کو سدھار جائیں تو یہ بے نیازی اور بڑھ جائے گی۔"(الشعر والشعراء:۱/۴۰۶)

ابوعبید قاسم بن سلام فرماتے ہیں کہ کلامِ عرب کی رو سے اس حدیث کا معنی یوں ہوگا کہ جو شخص قرآن کو دیکھ کر دنیا کی جاہ وحشمت سے بے نیاز نہیں ہوجاتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے،یعنی ہمارے طریقہ پر نہیں ہے۔وہ ابن مسعود کے اس قول سے بھی دلیل لیتے ہیں: من قرأ سورة آل عمران فهو غني "جس نے سورۂ آلِ عمران کی تلاوت کی، گویا وہ ہر چیز سے بے نیاز ہوگیا۔"('فضائل القرآن' از ابوعبید: ق۴۹، جرمنی نسخہ)

میرے خیال میں ابن مسعود کا یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ماخوذ ہے جو آپ نے اہل صفہ کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔عقبہ بن عامر اس فرمان کے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"(اے اہل صفہ!) تم میں سے کون یہ چاہتا ہے کہ روزانہ صبح کے وقت مدینہ کے بازار بطحان یا عقیق جائے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور کسی گناہ اور قطع رحمی کا ارتکاب کئے بغیر وہاں سے بڑے بڑے کوہان والی دو اونٹنیاں لائے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو سب یہ چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا: پھر تم کیوں مسجد کی طرف نہیں جاتے۔ وہاں جا کر کسی کو قرآن کی دو آیات کی تعلیم دینا یا تلاوت کرنا، دو اونٹنیوں سے بہتر ہے اور تین یا چار آیات کی تعلیم یا تلاوت تین یا چار اونٹنیوں سے بہتر ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جتنی آیات ہوں گی، وہ اتنی ہی اونٹنیوں سے بہتر ہوں گی۔" (مسلم: ۱۸۷۰)

دوسرا قول

ان علما کا ہے جن کے نزدیک یتغنی کا معنی قرآن کو خوش الحانی اور خوبصورت آواز سے پڑھنا ہے۔

ان کے دلائل اور پہلے قول کا ردّ: یہاں کلام عرب میں لفظِ تغنی بے نیازی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اس سے حدیث من لم یتغنی بالقرآن میں بھی یہی مفہوم میں استعمال ہونا تو لازم نہیں آتا، چنانچہ حرملہ بن یحییٰ اس بارے میں وضاحت فرماتے ہیں "میں نے ابن عیینہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یتغنی کا معنی قرآن کو لازوال دولت سمجھتے ہوئے دنیا داروں سے بے نیاز اور بے پرواہ ہونا ہے۔" جس پر امام شافعی نے فرمایا: "یہ مفہوم صحیح نہیں ہے۔ اگر ایسے ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتغنی کی بجائے یتغانی کا لفظ استعمال کرتے۔" لہٰذا اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ قرآن کو اس طرح خوش الحانی، ترنم، سوز اور درد کے ساتھ پڑھے کہ پڑھنے اور سننے والے پر خشیت الٰہی کی کیفیت طاری ہو جائے۔" (فضائل القرآن از ابن کثیر: ص۳۳)

حرملہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن وہب سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ یتغنی سے مراد قرآن کو خوش آوازی اور ترنم سے پڑھنا ہے۔ یہی مفہوم امام مزنی اور ربیع نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے۔

ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ ربیع بن سلیمان سے روایت کیا ہے کہ امام شافعی نے لیس منا من لم یتغن بالقرآن کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مطلب قرآن کو (قواعدِ تجوید کا لحاظ رکھتے ہوئے) نہایت سوز اور دردِ دل کے ساتھ ترنم سے پڑھنا ہے۔ (مناقب الشافعی: ص۱۵۷)

امام طبری بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی کو جب معلوم ہوا کہ ابن عیینہ لفظ تغنی کی تفسیر 'استغناء' کے ساتھ کرتے ہیں تو انہوں نے ان کا ردّ کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر اس سے آپ کی مراد استغناء ہوتی تو آپ لم یتغن کی بجائے لم یستغن ارشاد فرماتے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس سے آپ کی مراد قرآن کو خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھنا ہی ہے"۔ (فتح الباری: ۹/۷۱)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ابو مجاہد (صاحبِ مضمون) فرماتے ہیں کہ "حدیث کا سیاق وسباق ابن عیینہ کی تفسیر کو قبول نہیں کرتا، کیونکہ یہ حدیث قراءت کے ذیل میں واقع ہوئی ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن آواز کی خوبی سے متصف کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوبصورت آواز کی وجہ سے آپ کی قراءت کو نہایت توجہ اور انہماک سے سنتے ہیں۔ یہ الفاظ اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ یتغنی یہاں خوش آوازی کے معنی میں ہی ہے اور ابن عیینہ کی تفسیر (بمعنی استغناء) خلافِ واقعہ ہے۔ پھر یہ حدیث آواز کو خوبصورت بنانے کی کوشش پر اُبھارتی ہے، گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو شخص تلاوتِ کلام پاک کا پابندی سے التزام کرکے اپنی آواز میں خوش الحانی پیدا نہیں کرتا، ایسا شخص ہمارے طریقہ سے انحراف کی راہ اختیار کررہا ہے۔ پھر حدیث سے استغناء مراد لینا، دراصل لوگوں کو 'تکلیف مالا یطاق ' سے دوچار کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ ہر شخص محض تلاوتِ کلام پاک کے التزام سے دنیاداروں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ (وضاحت کے لئے دیکھیں فتح الباری: ۹/۷۰)

دونوں اقوال میں موافقت

یہ اعتراض اس صورت میں وارد ہوگا جب ابن عیینہ کا یتغنی سے مقصود وہ استغناء ہو جو فقر کا متضاد ہے جیسا کہ ابوعبید نے نقل کیا ہے، لیکن اگر یتغنی سے ابن عیینہ کی مراد استغناءِ معنوی ہو، یعنی سابقہ روایات اور کتب سے استغناء جیسا کہ ابن راہویہ نے کہا ہے تو دونوں اقوال میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ استغناءِ معنوی کی صورت میں بھی 'تغنی' سے مراد ترنم ہی ہوگا۔ کیونکہ قرآن کو خوش الحانی اور ترنم کے ساتھ پڑھنے سے ہی انسان شیطانی غنا (گانوں) سے بے نیاز ہو کر قرآنی غنا میں مشغول ہو سکتا ہے۔

مزید وہ چند وجوہات ملاحظہ فرمائیے جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام شافعی کا نقطہ نظر ہی راجح ہے یعنی تغنی سے مراد قرآن کو سوز اور خوش الحانی سے ہی پڑھنا ہے:

(۱) یہی معنی سیاقِ حدیث کے مناسب اور ہم آہنگ ہے، جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا۔

(۲) کئی دیگر احادیث اسی مفہوم کو متعین کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر عبدالاعلیٰ کی روایت معمر سے اور وہ ابن شہاب سے بیان کرتے ہیں کہ ما أذن اللّٰہ لشيء ما أذن لنبی فی الترنم بالقرآن (طبری بحوالہ فتح الباری: ۹/ ۷۱)"اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اتنا متوجہ ہو کر نہیں سنتا جتنا کہ قرآن کو سنتا ہے جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اسے خوش الحانی اور ترنم سے پڑھتے ہیں۔"

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسی طرح مصنف عبدالرزاق میں معمر سے روایت ہے: ما أذن لنبي حسن الصوت في الترنم بالقرآن (۴۸۲/۲)

نیز صحیح مسلم میں محمد بن ابراہیم التیمی ابوسلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ماأذن لنبي حسن الصوت يتغنى بالقرآن يجهربه (مسلم:۱۸۴۴)

ابن ابی داود اور طحاوی کی روایت میں الفاظ یوں ہیں:

ما أذن لنبي حسن الترنم بالقرآن (فتح الباری:۷۱/۹)

(۳) تیسری وجہ امام شافعی کے قول کے راجح ہونے کی یہ ہے کہ فضالہ بن عبید کی حدیث میں یہ صراحت ہے کہ جو شخص خوبصورت آواز اور خوش الحانی سے قرآن کی تلاوت کرتا ہے، اللہ اس کی آواز کو نہایت توجہ سے سنتا ہے اور اس حدیث کے الفاظ میں نہ کسی دوسرے معنی کا احتمال ہے اور نہ ہی تاویل کی گنجائش ہے، تو معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کی سابقہ حدیث تو بالا ولیٰ اسی مفہوم کی متقاضی ہوگی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ایک عام آدمی کی آواز کو توجہ سے سنتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو کیوں نہ توجہ سے سنے گا!!

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول احادیث واضح الفاظ میں اس بات کی ترغیب دیتی ہیں کہ قرآن کو خوبصورت آواز اور خوش الحانی سے پڑھا جائے۔ چنانچہ براء بن عازب کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زينوا القرآن بأصواتكم "قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے زینت بخشو۔" (ابوداود:۷۴/۲، نسائی ۱۷۹/۲، ابن ماجہ ۴۲۶/۱، مستدرک حاکم:۵۷۵/۱)

ایک دوسری روایت میں ہے: فإن الصوت الحسن يزيد القرآن حسنًا

"خوبصورت آواز یقیناً قرآن کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہے۔" ('تذکار' از قرطبی: ص۱۱۴)

اسی طرح عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قرآن کو سیکھو، خوش الحانی سے اس کی قراءت کرو اور اس کو لکھو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، جس طرح اونٹ کا بچہ رسی سے چھوٹ جائے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے، اسی طرح اگر قرآن کو چھوڑ دیا جائے تو یہ اس سے بھی زیادہ تیزی سے انسان سے جدا ہو جاتا ہے۔" (مصنف ابن ابی شیبہ، 'تذکار' از قرطبی: ص۱۱۹)

حضرت سائب کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص نے مجھ سے کہا: اے بھتیجے! کیا تو نے قرآن پڑھا ہے؟ میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نے جواب دیا: ہاں! میں نے قرآن پڑھا ہے تو فرمایا:

" قرآن کو خوش الحانی سے پڑھا کرو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قرآن کو خوش الحانی اور غنا سے پڑھو، جو شخص قرآن کو ترنم اور خوش آوازی سے نہیں پڑھتا وہ ہمارے رستے پر نہیں ہے اور قرآن کو پڑھتے ہوئے رویا کرو، اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی صورت بنا لو۔" (ابوداود ۲/۷۴، ابن ماجہ ۱/۴۲۴، شعب الایمان للبیہقی ۵/۱۵، مستدرک حاکم ۱/۵۶۹)

اسی طرح ابن ابی ملیکہ، عبید اللہ بن ابی یزید سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز ابولبابہ کا ہمارے پاس سے گزر ہوا، ہم بھی ان کے ساتھ چل پڑے۔ آخر ان کا گھر آ گیا اور ہم ان کے ساتھ گھر میں داخل ہو گئے۔ دیکھا کہ ایک شکستہ حال آدمی بیٹھا کہہ رہا ہے کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص قرآن کو خوش الحانی اور ترنم سے نہیں پڑھتا، وہ ہمارے راستہ پر نہیں ہے۔" راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے پوچھا: اے ابو محمد! اگر کوئی آدمی خوش آواز نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ فرمایا: "جہاں تک ہو سکے، خوش آوازی سے پڑھنے کی کوشش کرے۔" یہاں خود راوی نے لفظ یتغنی کی وضاحت کر دی کہ اس سے مراد قرآن کو خوبصورت آواز سے پڑھنا ہے۔ (ابوداود: ۲/۷۴) کتب احادیث میں ایسی متعدد روایات ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کی تعریف کی اور انہیں ان کی حالت پر برقرار رکھا جنہیں اللہ نے خوبصورت آواز سے نوازا تھا کتب احادیث میں ایسی متعدد روایات ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کی تعریف کی اور انہیں ان کی حالت پر برقرار رکھا جنہیں اللہ نے خوبصورت آواز سے نوازا تھا اور وہ قرآن کو ترنم اور خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ ان عام روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پیش نظر حدیث میں یتغنی سے مراد قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنا ہی ہے۔

قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنا صحابہ کا بھی عمل تھا

(۵) ان صحابہ میں سے ایک عبد اللہ بن مسعود بھی تھے جو قرآن کو بڑی خوش آوازی سے پڑھتے تھے، نبی نے ان سے کہا: عبد اللہ! مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بھلا میں آپ کو قرآن سناؤں، آپ پر تو قرآن نازل ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں یہ چاہتا ہوں کہ کسی دوسرے سے قرآن سنوں، تو ابن مسعود نے سورۃ النساء پڑھنا شروع کی۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (سورۃ النساء۔۴۱) کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے، پھر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ان پر (اے نبی) آپ کو گواہ بنائیں گے۔"تو آپ نے فرمایا: بس کرو ابن مسعود ...ابن مسعود کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔(بخاری ۵۰۴۹، مسلم: ۱۸۶۴)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص یہ پسند کرے کہ وہ قرآن کو اس شکل میں پڑھے جس شکل میں نازل ہوا تھا تو اسے چاہئے کہ اُم عبد کے بیٹے (عبداللہ بن مسعود) کی قراءت کے مطابق پڑھے۔ (ابن ماجہ فی المقدمہ: ۱/ ۴۹، مسند احمد تحقیق احمد شاکر: ۱/ ۲۶۵)

'ابن اُمّ عبد' عبداللہ بن مسعود کا لقب تھا، وہ ایک خوش الحان اور ماہر قاری قرآن تھے، ان کی تلاوت میں وہ سوز اور اثر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری (عبداللہ بن قیس) کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوموسیٰ، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے لحن داودی سے نوازا ہے۔(فتح الباری: ۹/ ۹۲)

(۶) صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے ابوموسیٰ اشعری سے فرمایا: لو رأيتني وأنا أستمع لقراء تك البارحة لقد أوتيت مزمارا من مزامير آل داود " کاش تم دیکھتے جب میں کل رات تمہاری قراءت سن رہا تھا۔ بے شک تمہیں لحن آلِ داود سے نوازا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابوموسیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: أما والله لو علمت أنك تسمع قراء تی لحبرتها لك تحبيرا

"اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ میری قرات سن رہے ہیں تو میں اپنی قرات کو آپ کیلئے مزید خوبصورت بناتا۔"(فضائل القرآن از ابن کثیر: ص ۳۵)

☆ ابویعلی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی عائشہ کے ساتھ ابوموسیٰ اشعری کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے تو انہیں ابوموسیٰ کی آواز سنائی دی جو اپنے گھر میں قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ، ابوموسیٰ کی قراءت سننے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ صبح جب ابوموسیٰ نبی کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا:

يا أبا موسىٰ مررت بك البارحة لو رأيتني وأنا استمع لقراء تك، لقد أوتيت مزمارا من مزامير آل داود، فقال أبو موسىٰ: أما إني لو علمت بمكانك لحبرته لك تحبيرا (مسند ابویعلی: ۱۳/ ۲۶۶، شرح السنہ للبغوی: ۴/ ۴۹۲)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

"اے ابوموسیٰ کل میں تیرے گھر کے پاس سے گزرا تھا۔ کاش تم دیکھتے جب میں تمہاری قرأت سن رہا تھا۔ بلاشبہ تجھے آلِ داود کی آوازوں میں سے ایک آواز دی گئی ہے۔ ابوموسیٰ نے کہا: اگر مجھے آپ کی موجودگی کا علم ہوتا تو میں آپ کے لئے اور زیادہ خوش الحانی سے قران پڑھتا۔"

☆ حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک رات ابوموسیٰ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ آواز نہایت شیریں تھی۔ ازواجِ مطہرات نے ان کی آواز کو سنا تو اُٹھ کر بیٹھ گئیں اور ان کی قراءت سننے لگیں۔ صبح کے وقت جب ابوموسیٰ کو یہ خبر ملی تو فرمایا: اگر مجھے یہ پتہ ہوتا تو میں اور زیادہ خوش آوازی سے پڑھتا۔ (طبقات ابن سعد: ۴/ ۱۰۸) ابن حجر نے کہا: کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر پوری اترتی ہے۔ (فتح الباری: ۹/۹۳)

☆ ایک روایت میں ہے کہ ابوموسیٰ نے کہا: اگر مجھے علم ہوتا تو میں قرآن کو اور زیادہ مزین اور آراستہ کر کے پڑھتا۔ اسے ابوعبید نے فضائل قرآن میں روایت کیا ہے۔ (ق ۱۶/ طبع جرمنی) (دیکھئے: التذکار از امام قرطبی: ۱۱۷) حدیث میں جو مزامیر کا لفظ استعمال ہوا ہے، یہ مزمار کی جمع ہے جس کا معنی 'بانسری' ہے۔ یہاں ابوموسیٰ کی خوبصورت، شیریں اور سریلی آواز کو بانسری سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (النہایہ از ابن اثیر: ۲/ ۳۱۲) اور آلِ داود سے مراد خود حضرت داود علیہ السلام مراد ہیں اور لفظ 'آل' زائد ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو شیریں آواز اور ادائیگی الفاظ میں حسن اور ترنم میں جمال کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا، اس لئے نبی نے ان کی اس حالت کو داؤد کی حالت سے تشبیہ دی کیونکہ داؤد علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے غضب کی آواز عطا فرمائی تھی۔

☆ جہاں تک ابوموسی اشعری کی آواز کی خوبصورتی کی بات ہے، تو اس کا اندازہ ابن ابی داؤد کی اس روایت سے کیا جا سکتا ہے کہ ابی عثمان نہدی نے فرمایا کہ میں ایک روز ابوموسیٰ کے گھر آیا (وہ تلاوت کر رہے تھے) ان کی آواز میں ایسا حسن اور سوز تھا کہ میں نے ان کی آواز سے زیادہ خوبصورت آواز کبھی طبلہ، سارنگی اور بانسری کی بھی نہیں سنی۔ (فضائل القرآن از ابن کثیر: ص ۳۵ وطبقات ابن سعد: ۴/ ۱۰۸)

ابوعبید نے اس روایت کو یوں بیان کیا ہے کہ ابوموسیٰ ہمیں نماز پڑھا رہے تھے۔ اگر میں یہ کہوں کہ ان کی آواز کے سامنے طبلہ، سارنگی اور بانسری کی آواز بھی ہیچ تھی تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ ابوعبید نے اس روایت کو فضائل القرآن کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ (ق ۱۷/ نسخہ جرمنی) حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (فتح

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الباری ۹/۹۳ والحلیۃ از ابونعیم: ۱/ ۲۰۸)

ابوموسیٰ کی خوش الحانی کا یہ عالم تھا کہ حضرت عمر جب انہیں دیکھتے تو کہتے: "اے ابوموسیٰ! ہمیں اپنے ربّ کی یاد دلایئے تو ابوموسیٰ ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے۔" (فضائل القرآن از ابن کثیر: ص ۳۵)

(۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوحذیفہ کے غلام سالم کی تعریف فرمائی جو قرآن کے بہترین قاری تھے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ "ایک بار نمازِ عشا کے بعد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے میں کچھ تاخیر ہوگئی۔ جب میں آئی تو آپ نے فرمایا: عائشہ! کہاں تھی؟ میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے ایک صحابی کی قراءت سن رہی تھی، میں نے آج تک ایسی پرکیف قراءت اور پرسوز آواز کسی کی نہیں سنی، یہ سن کر آپ بھی اُٹھے اور نہایت توجہ سے سننے لگے، میں بھی ساتھ کھڑی ہوگئی، چند لمحے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ابوحذیفہ کے غلام سالم ہیں، اس اللہ کا شکر ہے جس نے اس جیسے لوگ میری امت میں پیدا فرمائے۔" (ابن ماجہ: ۱/ ۴۲۵، فضائل القرآن از ابن کثیر: ص ۳۵)

(۹) پانچویں دلیل جس سے امام شافعی کے قول کی ترجیح ثابت ہوتی ہے، یہ ہے کہ خود نبی کا عمل قرآن کو خوش الحانی اور ترنم سے پڑھنے کی مشروعیت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کی دلیل ایک تو جبیر بن مطعم اور براء بن عازب کی حدیث ہے، جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

تلاوتِ قرآن میں 'ترجیع'

(۱۰) اور دوسری دلیل حضرت عبداللہ بن مغفل کی حدیث ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کو (فتح مکہ کے روز) دیکھا کہ آپ اپنی اونٹنی (یا اونٹ) پر سوار تھے، اونٹنی محوِ سفر تھی اور آپ اوپر بیٹھے نہایت نرمی سے سورۂ فتح (یا اس میں سے بعض آیات کی) تلاوت فرما رہے تھے اور آواز کو بار بار دہراتے تھے (خوبصورتی پیدا کرنے کے لیئے آواز میں اتار چڑھاؤ پیدا کرتے)۔ (بخاری: فضائل القرآن، باب الترجیع ... فتح الباری: ۹/۹۲) شعبہ نے کہا کہ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد معاویہ نے قراءت کی اور اس میں عبداللہ بن مغفل کی نقل کی اور پھر کہا: اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ تم پر جمع ہو کر ہجوم کر دیں گے تو میں اس طرح آواز کو دہرا دہرا کر قراءت کرتا، جیسے عبداللہ بن مغفل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں آواز دہرا دہرا کر تلاوت کی تھی۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ سے پوچھا: ابن مغفل کیسے آواز کو دہراتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: آ، آ، آ، تین بار مد کے ساتھ۔ (صحیح بخاری ۷۵۴۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امام قرطبی اپنی کتاب 'تذکار' کے صفحہ ۱۲۰ پر فرماتے ہیں کہ "اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ شائد راوی نے سواری کے ہچکولے کھانے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو آواز پیدا ہوئی، اس کو نقل کیا ہو جس طرح کہ ایک آدمی جب سواری پر بیٹھ کر اونچی آواز نکالتا ہے تو اس کی آواز میں کبھی دباؤ اور کبھی انقطاع پیدا ہوتا ہے، یعنی آواز کبھی اونچی ہوتی ہے اور کبھی پست۔ چنانچہ اس احتمال کی موجودگی میں اس حدیث کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔"

میں کہتا ہوں تعجب ہے ان لوگوں پر جو اس قسم کے احتمالات کا تکلف کرتے ہیں۔ قرآن کو خوش الحانی اور ترنم سے پڑھنے کے بارے میں جب دیگر بے شمار نصوص ہیں اور خود نبی کے عمل کے ہوتے ہوئے بھلا اس قسم کے احتمالات اور توجیہات کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے۔

ترجیع کا مفہوم

ترجیع کے دو معانی ہیں، ایک تو کسی چیز کو خوش الحانی اور ترنم سے پڑھنا، اور دوسرا معنی ہے، کسی چیز کو گویوں کی طرح گا کر اور سریں لگا کر پڑھنا، ترجیع کی اوّل الذکر صورت جائز اور مشروع ہے اور ثانی الذکر نا جائز ہے۔ اس کی دلیل حضرت حذیفہ کی یہ روایت ہے کہ نبی نے فرمایا: "میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو اس طرح گا کر اور سریں لگا کر پڑھیں گے جس طرح ایک گویا گانا گاتا ہے، یا ایک نوحہ خواں نوحہ کرتا ہے۔" (العلل المتناھیة: ۱/۱۱۸) ترجیع کی یہ صورت بلاشبہ حرام ہے اور اول الذکر ترجیع جائز اور مشروع ہے۔

چنانچہ ثابت یہ ہوا کہ سواری کے ہچکولوں کی وجہ سے جو آواز پیدا ہوتی ہے، اسے ترجیع قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ حدیث میں ترجیع سے مراد قرآن کو ترنم اور خوش الحانی سے پڑھنا ہے، کیونکہ خود راوی کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ ہجوم کی صورت میں جمع ہو جائیں گے تو میں بھی قرآن کو اسی طرز میں پڑھتا جس طرز میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا تھا۔

اس کے علاوہ حضرت اُمّ ہانی سے ایک روایت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ نبی قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے اور میں اپنے بستر پر لیٹی آپ کی آواز کو سن رہی تھی اور آپ قرآن میں ترجیع کر رہے تھے یعنی اسے خوش الحانی اور خوش آوازی سے پڑھ رہے تھے۔ (معانی الآثار از طحاوی: ۱/۳۴۴)

امام قرطبی کے بقول اگر یہ ترجیع اونٹ کے ہچکولوں کی وجہ سے تھی تو بتائیے کہ اُمّ ہانی کی اس حدیث میں ترجیع کی وہ کیا توجیہ کریں گے؟۔ (جاری ہے)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مولانا محمد ابوبکر حنفی شیخوپوری

سات ستمبر ۱۹۷۴ء: لازوال قربانیوں کے ثمرے کا دن

۷ستمبر ۱۹۷۴ء کا دن عشاقان مصطفیٰ، فدایان ختم الرسل اور محبان خاتم النبیینؐ کے لئے ایک یادگار اور تاریخی موقع کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب امت مسلمہ کے غیور اور عشق رسالت کے جذبہ صادق سے معمور مجاہدین ختم نبوت کی لازوال قربانیاں، انتھک کاوشیں اور مساعی جمیلہ رنگ لائیں اور ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں تیرہ ہزار شہداء کے بہنے والے مقدس خون کی برکت اور بے مثال جدوجہد کے نتیجہ میں پاکستان کی قانون ساز اسمبلی نے غداران ملک وملت اور دشمنان دین ووطن فتنہ مرزائیت کے دونوں گروپوں قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر قادیانی مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل کر دیا۔ پارلیمنٹ کا یہ تاریخی اور جرأت مندانہ فیصلہ محض ایک اتفاقی امر، حادثاتی واقعہ اور مذہبی جنون کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے جذباتی عنصر کا شاخسانہ نہیں تھا بلکہ کئی دنوں پر مشتمل طویل بحث ومباحثہ میں فریقین کے دلائل سننے کے بعد اراکین اسمبلی نے اس اہم مسئلے کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے، اس کی حساسیت کا ادراک کرتے ہوئے، اس کے تمام پہلوؤں کا سنجیدگی سے جائزہ لیتے ہوئے اور مرزائیت کے گمراکن نظریات کی وجہ سے اسلام کے مجروح ہوتے ہوئے مذہبی تشخص کے پیش نظر بڑی دیانتداری اور سلیقہ مندی سے انتہائی منصفانہ اور معتدلانہ فیصلہ سنایا جو پاکستان کی سیاسی تاریخ کے ماتھے کا جھومر اور اس کے خالص نظریاتی ریاست ہونے کی زندہ دلیل ہے، حکومت وقت نے یہ کڑا فیصلہ کر کے تمام عالم اسلام بالخصوص اسلامیان پاکستان کے دل جیت لیے، اس فیصلے کو برادر اسلامی ملکوں میں بڑی قدر وتحسین کی نگاہ سے دیکھتے اور سراہتے ہوئے لائق تقلید قرار دیا گیا اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اور بھی کئی ممالک میں دین کا سچا درد رکھنے والے علماء کی کاوشوں سے قادیانیوں کو خارج از اسلام قرار دلوایا گیا۔

تحریک کے عوامل ومحرکات

قادیانیت کے اسلام مخالف نظریات اور وطن دشمن اقدامات کی وجہ سے ۱۹۵۳ء میں انہیں غیر مسلم اقلیت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قرار دلوانے کے لئے ملک بھر کے چوٹی کے علماء کی قیادت میں جن میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا نام سرفہرست ہے، ایک عظیم ملک گیر تحریک کے ذریعے آئینی وقانونی جدوجہد کا آغاز ہوا، یہ تحریک بوجوہ اپنی منزل کے حصول میں بظاہر ناکام رہی اور اسے بہت زیادہ مالی وجانی نقصان اٹھانا پڑا لیکن عشق رسالت مآبؐ کی جو چنگاری ناموس ختم نبوت کے چوکیداروں اور بے لوث خادموں میں اس تحریک کی وجہ سے بھڑک اٹھی تھی اور ریاستی ظلم وجبر کی بناء پر وقتی طور پر دب گئی تھی، وہی چنگاری ۱۹۷۴ء کی تحریک میں پھر سے بھڑکی اور قادیانیت کے خرمن پر قہر بن کر ٹوٹی، یہ اس تحریک کا حقیقی سبب تھا اور اس کا ظاہری سبب مرزائی غنڈہ گردی کا ایک واقعہ بنا جس کے ردعمل میں یہ تحریک چلتے چلتے ملک کے کونے کونے میں پھیل گئی اور قادیانیت کے کفر کے فیصلے پر اختتام پذیر ہوئی۔

ریلوے سٹیشن چناب نگر پر ہونے والا نزاع

واقعہ یہ ہوا کہ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ملتان نشتر کالج کے طلباء کا ایک گروپ ہفتہ بھر کے سیاحتی دورے پر بذریعہ ٹرین پشاور کی طرف روانہ ہوا۔ جب ٹرین چناب نگر سٹیشن پر آکر رکی تو قادیانیوں نے اپنے روزمرہ کے معمول کے مطابق ان طلبہ اور مسافروں میں اپنا لٹریچر تقسیم کرنا شروع کردیا، ان غیرت مند طلباء نے دینی حمیت کی بناء پر اس کا سختی سے نوٹس لیتے ہوئے مزید لٹریچر تقسیم کرنے سے روک دیا اور تقسیم شدہ لٹریچر مسافروں سے واپس لے لیا، ساتھ ہی ''ختم نبوت، زندہ باد'' کے فلک شگاف نعروں سے مسافروں کے بھرے ہوئے ڈبے کو ہلا کر رکھ دیا، ملحدانہ اور گمراہ کن عقائد پر مشتمل مواد بانٹنے والے ان باغیان مصطفیؐ کو عشاقان مصطفیؐ کا یہ جوابی رویہ ایک آنکھ نہ بھایا چنانچہ جوش انتقام میں بھڑکتے ہوئے ان قادیانی اوباشوں نے لڑائی کے لئے قریبی گراونڈ میں ہاکی کھیلتے قادیانی نوجوانوں کو بلایا، وہ اپنی ہاکیوں سمیت آدھمکے اور سب مل کر ابھی مار پیٹ کرنے ہی والے تھے کہ مسافروں اور ٹرین عملے کی مداخلت سے معاملہ رفع دفع ہوگیا اور تصادم ہوئے بغیر ٹرین روانہ ہوگئی۔ یاد رہے کہ اس واقعہ سے قبل نشتر میڈیکل کالج ملتان میں طلباء کا انتخاب ہوا تھا جس میں ایک امیدوار قادیانی بھی تھا، مسلمان طلباء نے اس انتخابی مہم میں قادیانی امیدوار کی مخالفت میں محض قادیانیت کی بناء پر بھرپور کردار ادا کیا تھا جس کے نتیجے میں اسے ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا، اس واقعہ کی وجہ سے بھی قادیانیوں میں شدید غم وغصہ پایا جاتا تھا، دوسری طرف یہ لٹریچر کی تقسیم کا واقعہ ہوگیا جس نے قادیانیت کے تندور میں جلتی کا کام دیا اور معاملہ شدید نزاع کی صورت اختیار کر گیا۔ ربوہ (چناب نگر) کے تخت وتاج پر محض اپنے راج کا جبری حق سمجھنے والی نسل مرزائیت کی نظر میں یہ واقعہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ان کی خود ساختہ ریاست کے معاملات میں دخل اندازی اور ان کی عوام کے مذہبی حقوق کو سلب کرنے کے مترادف تھا، اس لئے انہوں نے اس کا مؤثر جواب دینے کے لیے ایک خفیہ حکمت عملی اپنائی جس کے نقطہ آغاز میں انہوں نے اپنی سی آئی ڈی کے ذریعے ان طلباء کی پشاور سے ملتان واپس روانگی کا معلوم کیا، اس مذموم مقصد کی تکمیل کے لئے چناب نگر کے قادیانی ریلوے اسٹیشن ماسٹر نے نشتر آبا اور سرگودھا کے اسٹیشن ماسٹرز سے بذریعہ فون رابطے کر کے اس پلان کو حتمی ترتیب دی، طے یہ ہوا کہ جیسے ہی ٹرین چناب نگر اسٹیشن پر پہنچے گی تو پہلے سے تیار مسلح جتھے ان پر حملہ کر کے اپنے انتقامی ایجنڈے کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔

چنانچہ جب ایک ہفتے کے سیاحتی دورے کے بعد یہ طلباء اسی ٹرین کے ذریعے ملتان واپس لوٹے اور چناب نگر ریلوے سٹیشن پر رکے تو اس سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ریل کے اس ڈبے میں پہلے سے موجود قادیانی اوباشوں نے جونشتر آباد، لالیاں وغیرہ سے خاص طور پر اس مقصد کے لئے سوار ہوئے تھے، ان نہتے طلبہ پر ڈنڈوں، مکوں، لاتوں، گھونسوں اور آہنی ہتھیاروں سے حملہ کر دیا اور اتنا تشدد کیا کہ ان کے کپڑے پھاڑ دیے، جسم لہولہان کر دیے اور ستم بالائے ستم یہ کہ ان کے پاس موجود ضروری سفری سامان اور نقدی رقوم پر بھی ہاتھ صاف کر گئے، ناموس رسالت ؐ کے ان پہرے داروں پر جبر و استبداد اور لوٹ مار کا یہ واقعہ ملک بھر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا اور اس نے ایک عظیم تحریک کی شکل اختیار کر لی جس نے ملک کے طول و عرض کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، اس واقعہ کو ''سانحہ ربوہ'' کا نام دیا گیا، اس غنڈہ گردی کے واقعے پر شدید ردعمل دیتے ہوئے مولانا تاج محمودؒ نے فیصل آباد میں قادیانیوں کے خلاف ایک زبردست جلسے اور جلوس کا اہتمام کیا جس کے بعد پورے ملک میں احتجاجی مظاہرے شروع ہو گئے، اکثر شہروں میں ہڑتال ہوگئی، پولیس کی طرف سے مظاہرین پر آنسو گیس پھینکی گئی، سخت لاٹھی چارج کیا گیا اور سینکڑوں مظاہرین کو گرفتار کر لیا گیا۔ سانحہ ربوہ پر ایکشن لینے کے لئے اسمبلی میں تحریک التواء پیش کی گئی جسے ۴ جون ۱۹۷۴ء کو مسترد کر دیا گیا، ایوان اقتدار کی طرف سے اس اہم مسئلے کو نظرانداز کرنے پر محدث العصر مولانا یوسف بنوریؒ نے ۹ جون کو بیس جماعتوں کے عمائدین کا اجلاس رکھا جس میں مفتی محمودؒ، نوابزادہ نصراللہ خانؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، غلام شیخ جیلانیؒ اور متعدد زعمائے ملت نے شرکت کی، اس اجلاس میں بہر صورت عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا عزم مصمم کیا گیا اور مجلس عمل کی طرف سے ۱۴ جون کو ملک گیر ہڑتال کا فیصلہ کیا گیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ کی کاروائی

ان شوریدہ حالات اور تشویشناک صورتحال نے ارباب اقتدار کے لئے بہت بڑی مشکل کھڑی کر دی اور انہیں اس کے مضبوط، مؤثر اور دیرپا حل کے لئے سنجیدہ اقدامات کرنے پر مجبور کر دیا، چنانچہ اس وقت کے منتخب وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی ذاتی دلچسپی کی بناء پر اس مسئلے کو قومی اسمبلی کے پلیٹ فارم پر پیش کرنے کا فارمولہ پیش کیا تاکہ اراکین اسمبلی آزانہ اور جمہوری طریقے سے اسے حل کر سکیں اور جو بھی فیصلہ ہو اس پر کسی کو اعتراض نہ ہو، اس اعلان سے قادیانی حلقوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی کیونکہ اپنے کفریہ عقائد اور حالیہ واقعے میں جارحانہ پالیسی اپنانے اور ملک میں پیدا شدہ نئی صورتحال کے تناظر میں وہ سمجھتے تھے کہ یہ فیصلہ بہرصورت ہمارے خلاف آئے گا، اس لئے انہوں نے وزیراعظم بھٹو اور قومی اسمبلی کے جنرل سیکٹری کو درخواست بھجوائی کہ پارلیمنٹ میں ہمارے عقائد پر بات ہونی ہے تو ہمیں اپنے موقف کو دلائل کے ساتھ پیش کرنے کا موقع دیا جائے، اس وقت قومی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر کے منصب پر مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ فائز تھے جن سے مشاورت کے بعد وزیراعظم نے مرزائیوں کے دونوں گروپوں کے سربراہان کو قومی اسمبلی کے فلور پر اپنے عقائد پر بحث کرنے کی اجازت دے دی اور اس کے ساتھ ساتھ اس اہم ایشو پر اس وقت کے سپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی خان کی سربراہی میں خصوصی کمیٹی تشکیل دی جس کی زیر صدارت پورا مہینہ وقفے وقفے سے اجلاس ہوتے رہے۔

۵ اگست ۱۹۷۴ء بروز پیر صبح دس بجے پاکستان سٹیٹ بینک اسلام آباد میں واقع قومی اسمبلی کے ہال میں اس سلسلے کا پہلا اجلاس منعقد ہوا جس میں قادیانی گروپ کے تیسرے سربراہ مرزا ناصر احمد پر جرح ہوئی، تمام ممبران اسمبلی کو یہ مکمل اختیار دیا گیا کہ وہ اس مسئلہ سے متعلق جو سوال کرنا چاہیں وہ اس وقت پاکستان کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کے ذریعے سے کر سکتے ہیں، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ اور مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ مرزا ناصر کی طرف سے پیش کئے جانے والے دلائل کا جواب دیتے، یہ جرح ۲۴ اگست کو مکمل ہوئی، ۵ اگست سے ۲۴ اگست تک کل ۲۰ دن بنتے ہیں جن میں ۱۱ اگست سے ۱۹ اگست تک یعنی نو دن اسمبلی کی کاروائی معطل رہی، یوں یہ جرح گیارہ دن بنتی ہے، اس کے تین دن بعد ۲۷ اور ۲۸ اگست کو لاہوری گروپ پر جرح ہوئی جس میں اس گروپ کے تین بڑے گرو صدرالدین لاہوری، مسعود بیگ لاہوری اور عبدالمنان لاہوری پیش ہوئے، یہ جرح دو دن جاری رہی، اس طرح کل تیرہ دن میں یہ جرح اپنے اختتام کو پہنچی۔ قادیانیوں پر جرح کا عمل مکمل ہونے کے بعد اب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مسلمانوں کی باری تھی، چنانچہ اگلے دو روز یعنی ۲۹ اور ۳۰ اگست کو مفتی محمودؒ نے قادیانیوں کے خلاف امت مسلمہ کا موقف جس کی سیاسی کارروائی شہید ناموس رسالت مولانا سمیع الحقؒ اور مذہبی ابحاث شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی مدظلہ نے شیخ بنوریؒ کے ایماء پر قلمبند فرمائی تھی، قومی اسمبلی میں پیش فرمایا، ۳۱ اگست کو رکن اسمبلی مولانا عبدالحکیمؒ نے مسئلہ ختم نبوت پر مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا تیار کردہ محضر نامہ پڑھا، ۲ اور ۳ ستمبر کو دیگر مختلف ارکان اسمبلی کے بیانات ہوئے۔ ۴ ستمبر کو سری لنکا کے وزیر اعظم کی آمد پر ان کے اعزاز میں اجلاس ہوا اس لئے اس دن یہ مسئلہ زیر بحث نہ لایا گیا۔ ۵ ستمبر کو مزید کچھ ارکان اسمبلی نے اس مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور اٹارنی جنرل نے مکمل جرح کا خلاصہ پیش کیا جو ۶ ستمبر کو اپنے اختتام کو پہنچا۔

سات ستمبر کا تاریخی دن:

بالآخرے ستمبر کا دن آن پہنچا، ۲۱ دن کی بحث وتمحیص کے بعد آج اس قضیے کا فیصلہ سنایا جانا تھا، قوم کی نگاہیں آج کے خصوصی اجلاس کی طرف لگی ہوئی تھیں، مساجد، مدارس اور خانقاہوں میں اوراد و وظائف اور دعاؤں کا سلسلہ جاری تھا، نظام زندگی اور کاروباری سرگرمیاں تقریباً معطل ہو چکی تھیں، کچھ ٹی وی کی سکرین پر نظریں جمائے تو کچھ ریڈیو کی آواز پر کان لگائے بیٹھے اس تاریخی فیصلے کے شدت سے منتظر تھے، دل دہل رہے تھے، عجیب سا سماں تھا، اڑھائی بجے قومی اسمبلی کے اجلاس کا آغاز ہوا، وزیر برائے قانون و پارلیمانی امور جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے مختصر ابتدائی کلمات کے بعد اپنے سمیت مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ، پروفیسر غفور احمدؒ، جناب غلام فاروقؒ، چوہدری ظہور الٰہیؒ اور سردار مولا بخش سومروؒ (سات افراد) کی طرف سے قادیانیوں کو کافر قرار دینے کی قرارداد پیش کرتے ہوئے تین بج کر چالیس منٹ پر ختم نبوت کے آئین کو تحفظ دینے والے اور غیرت مند مسلم قوم کی امنگوں کی ترجمانی کرنے والے یہ الفاظ ادا کیے ''جو شخص خاتم النبیین محمدؐ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان نہ رکھتا ہو اور محمدؐ کے بعد کسی بھی معنی مطلب یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرنے والے کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو وہ آئین یا قانون کے مقاصد کے ضمن میں مسلمان نہیں''، یہ قرارداد سپیکر کی جانب سے منظور کر لی گئی۔

اس تاریخی اور ایمان افروز لمحے میں فرط جذبات میں آنکھوں سے آنسو رواں تھے، ''الحمد للہ'' ''مبارک مبارک'' ''اللہ اکبر'' اور تہنیتی الفاظ سے مبارکبادی کا سلسلہ جاری تھا، اظہار مسرت کے لئے مٹھائیاں اور شیرینیاں بانٹی جا رہی تھیں اور تمام عالم اسلام بالخصوص پاکستان میں ایک جشن کا سماں تھا۔ **فللہ الحمد و بنعمتہ تتم الصالحات**

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

محمد واجد معاویہ

ہم سیاسی لحاظ سے اکبری دور میں ہیں!

ایک نشست میں استاد محترم مولانا "فضل الہادی ہزاروی" سے موجودہ دور کی سیاسی صورتحال اور اس کی حکمت عملیوں کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اسلاف ہمارے آئیڈیل ہیں لہذا ایسی صورتحال میں ہمیں ان کا طرز عمل دیکھنا ہوگا اور پھر انہوں نے ماضی پر نظر دوڑاتے ہوئے ایک فکر انگیز جواب دیا جسے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

استاد محترم فرمانے لگے کہ مسلم امہ کا حکومتی سطح پر نشیب وفرازی کا سلسلہ صدیوں سے چلا آرہا ہے، اور اس سلسلے میں مسلمانوں کو تین قسم کے حکمرانوں کا سامنا کرنا پڑتا رہا ہے، پہلی قسم کے حکمران وہ ہیں جنہوں نے برسر اقتدار آنے کے بعد اپنے ذاتی مفادات کا خوابوں میں بھی تصور نہیں کیا اور امت کی اجتماعیت، اس کی تعمیر وترقی اور اسلام کے نفاذ کے لیے انہوں نے نہ صرف اپنی کوششیں صرف کیں بلکہ جان وذاتی اموال کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی، اور انہیں کی مجاہدانہ کاوشوں سے اسلامی سلطنت میں وسعت اور مسلمانوں کو قوت میسر آتی رہی۔

دوسری قسم کے حکمران وہ تھے جو نام کے تو مسلمان ہوتے لیکن برسر اقتدار آنے کے بعد اپنی منفی کاوشوں سے مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کرنے یا غیر مسلموں کے ساتھ ساز باز کرنے اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں یا پھر دونوں باتوں کے مجمع کے طور پر مصروف عمل رہے، اگرچہ بتقاضے انسانیت ان سے اکا دکا مثبت کام بھی صادر ہوتے رہے لیکن مجموعی طور پر ان کی منفی سرگرمیوں کی کثرت نے نہ صرف مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مسلم نوجوانوں کے دلوں سے دینی جذبات کے جنازے نکال کر غیر مسلموں کی تہذیب و تمدن کی محبت کی روح پھونکی، بلکہ ملکوں اور ملتوں نے بھی ان سے ایسے نقصانات اٹھائے جن کے اثرات صدیوں بعد تک جاری وساری رہے۔

تیسری قسم کے وہ حکمران بھی برسر اقتدار آئے جو سرے سے مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم تھے اور انہوں نے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مسلم امراء سے تخت کشیدگی کے بعد تخت نشینی اختیار کی اور مسلمانوں کے نفوس واموال کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ ان کے نظریات کو بھی خوب کھوکھلا کیا اور ملک ومذہب کو مسخ کرنے کی بھی بے بہا کوششیں کیں۔

پہلی قسم کے حکمران اور ان کے ادوار تاسیس سلطنت اسلامی کے ابتداء سے لیکر سن ۶۰ ہجری تک بالترتیب ہیں جبکہ اس کے بعد کی تاریخ امت مسلمہ میں بھی اس قسم کے حکمرانوں اور ان کے ادوار کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں، جن میں عبداللہ بن زبیر، عمر بن عبدالعزیز، خلیفہ ہارون الرشید، سلطان محمد فاتح، سلطان عبدالرحمان الداخل، سلطان محمود غزنوی، اور ان کے علاوہ بھی سلطنت بنوامیہ، سلطنت عباسیہ، سلطنت عثمانیہ، سلطنت ہسپانیہ، سلطنت ہندوستانیہ ودیگر سلطنتوں کے مختلف ادوار میں کئی سرکردہ سلاطین اور ان کے ادوار سرفہرست ہیں۔

دوسری قسم کے حکمرانوں اور ان کے ادوار کی مثالوں میں یزید، حجاج بن یوسف، خلیفہ مامون، اور مذکورہ بالا سلطنتوں میں کئی حکمران بالخصوص ہندوستان کے اکبر بادشاہ صف اول میں نظر آتے ہیں۔

اور تیسری قسم کے حکمرانوں اور ان کے ادوار میں چنگیز وہلاکو خان، ہندوستان میں برطانوی سامراج کا دور، افغانستان میں روسی پھر امریکی جارحیت کا دور، عرب ممالک میں بھی برطانوی سامراج کا تسلط اور فلسطین میں یہودی سلطنت کا قیام اور اس کے علاوہ بھی کئی ادوار بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

پہلی قسم کے حکمرانوں کے ادوار مسلم امہ کی نشونما کے لیے بادصبا کا کردار ادا کرتے رہے اور دوسری قسم کے حکمرانوں کے ادوار مسلم امہ کے لیے خطرناک آندھی کی شکل اختیار کرتے رہے جس سے کئی نقصانات بھی ہوئے لیکن اس سے بچاؤ کے لیے امت کے زعماء نے اُس ہوا کا کردار ادا کیا جو ایسے موقع پر مثبت سمت سے آکر مخالف سمت سے آنے والی آندھی سے ٹکرا کر اس کا رخ بدل دیتی ہے۔ جبکہ تیسری قسم کے حکمرانوں کے ادوار مسلم امہ کے لیے تباہ کن سیلاب وریلے ثابت ہوئے جن سے بچاؤ کے لیے ہر عام وخاص کو آہنی دیوار کا کردار ادا کرنا پڑا۔

اب ہم اپنے دور کا جائزہ لیتے ہیں کہ ہم مذکورہ ادوار میں سے کس دور کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور ہمیں کیا حکمت عملی اختیار کرنی چاہئیں؟

پہلے دور جیسے حکمرانوں کا ملنا اور ہمارا ان کی رعایا جیسی رعایا بننا تو اب خواب خیال ہیں، باقی دو میں سے تیسرا دور ماضی قریب میں گزر چکا کہ ہندوستان میں مغربی سامراج تھا جس سے نجات وآزادی حاصل کرنے کا اصل اور بنیادی راستہ وہی تھا جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اختیار کیا تھا، کہ وقت کا حکمران انگریزی سامراج کی شکل میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کافر تھا جس کے تسلط سے ہندوستان دارالحرب بن چکا تھا۔ لہذا ایسے وقت میں اپنے مذہبی، سیاسی وقومی تشخص کو باقی رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ ہتھیار اٹھا کر ان کا سامنا کیا جائے اور ان سے جہاد کیا جائے۔ اسی لئے شاہ عبدالعزیز اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہما اللہ نے ۱۸۰۶ء میں فتوی دیا کہ ہندوستان اب دارالحرب ہے اور اس میں جہاد فرض ہے، اسی فتوے کی بنیاد پر کئی تحریکات حریت مختلف ادوار میں مختلف حکمت عملیوں کے ساتھ انگریز کا سامنا کرتی رہی۔

ہمارے موجودہ دور کا تقابل اگر اس مذکورہ دور سے کیا جائے تو یہ تقابل بے معنی ہوگا، کیونکہ یہاں عرصہ دراز سے برسر اقتدار آنے والے حکمران اگر چہ بے دین ہیں لیکن ان کے مسلمان ہونے کی بنیاد پر ان کے خلاف جہاد کی شکل میں ملک میں علم بغاوت بلند نہیں کیا جا سکتا۔

رہی بات دوسرے دور کی تو اس سے ہمارا دور بالکل مشابہت رکھتا ہے، اس کی ایک کڑی "دور اکبری" کو لے کر اس پر اپنے دور کا اگر موازنہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک بار پھر اسی اکبری دور میں لوٹ چکے ہیں۔ اکبر بادشاہ ۹۶۲ء میں برسر اقتدار آنے کے بعد کچھ عرصہ تک تو مثبت سمت پر چلتا رہا لیکن آگے چل کر اس نے نہ صرف ملک اور مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا بلکہ "دین الہی" کے نام سے چند مذاہب اسلام، عیسائیت، یہودیت اور ہندومت پر مشتمل ایک مخلوط دین ایجاد کیا، جسے دین الہی کے بجائے "دین اکبری" کہنا مناسب ہے۔ لیکن اکبر بادشاہ کے خلاف جہاد نہیں کیا جا سکتا تھا کیوں کہ اگر چہ وہ بے دین تھا لیکن کافر نہ تھا، اس دور کے امت رہنماؤں میں سے مجدد الف ثانی اور ان کے احباب نے حکمت عملی کا یہ رخ اختیار کیا کہ وقت کے حکمران تک رسائی حاصل کر کے اس کی اصلاح شروع کی، جس کا فائدہ یہ ہوا کہ اکبر بادشاہ نے اپنے آخری دور میں اپنے نظریات سے رجوع کر لیا اور مجدد الف ثانی کی اس حکمت عملی کا اثر رسوخ نئے آنے والے حکمرانوں تک بھی مستحکم ہو گیا، اور پھر یہ اثر ایسا تھا کہ اکبر بادشاہ کے بعد جہانگیر و شاہجہان نے "دین اکبری" کو سچے دین الہی میں بدلا اور پھر ۱۰۶۸ء میں برسر اقتدار آنے والا حاکمِ وقت اورنگزیب عالمگیر نہ صرف مذہب اور مذہبی رہنماؤں کا قدردان بنا بلکہ سرکاری سطح پر پانچ سو سرکردہ علماء کی مشاورت سے دین اسلام کی صحیح تشریحات کی اشاعت کی اور "فتاوی عالمگیری" کے نام سے ایک جامع فتوی بھی مدون کروا کر شائع کیا۔

ہمارے آج کے حکمرانوں کا حال بھی یہی ہے کہ اپنے بچپنے میں مذہبی و اخلاقی نگرانی نہ ملنے کی وجہ سے کافی حد تک دین سے دوری اور مذہب سے بے زاری ان میں سرایت کر چکی ہوتی ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

برسر اقتدار آنے کے بعد کبھی ملکی آئین میں ترامیم کرنے میں اور کبھی مغربی سامراج کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں مصروف عمل رہتے ہیں۔

ان کی لادینیت سے مذہب، ملک اور مسلمانوں کو بچانے کے لیے ان تک رسائی حاصل کر کے ان کی اصلاح ضروری ہے، اور آزادی پاکستان سے لیکر اب تک مسلسل علماء وزعماء امت اس فریضہ کو سرانجام دیتے رہے ہیں جن میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مفتی محمودؒ کا کردار ناقابل فراموش ہے ورنہ ملک کے حصول کا مقصد کب کا مفقود ہو کر یہاں سیکولر نظام آ چکا ہوتا، آج بھی اگر ملک میں اسلامی شعار کی فضاء اور مقصد آزادی کی کچھ رمق باقی ہے تو اس کا کریڈٹ انہیں علماء کو جاتا ہے۔

اس تقابلی جائزے میں اگر ہمارے موجودہ دور کی مشابہت دور اکبری کے ساتھ واضح ہے تو پھر مجدد الف ثانی کی حکمت عملیوں کو بھی ہمیں تسلیم کرنا ہوگا، بالفرض اگر موجودہ حکمرانوں کی ذہن سازی نہ بھی ہو سکی تو کم از کم آنے والے حکمرانوں کے لیے یہ اصلاحی تحریک انکی مثبت سمت کی بنیاد بنے گی۔

''تاریخ میں کہیں پڑھا تھا کہ جب ہلاکو خان نے بغداد کا محاصرہ کیا تو اس وقت وہاں کے لوگ اس بات پر مناظرہ بازی میں مصروف تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو من وسلویٰ اترا تھا، اس میں جو روٹی تھی آیا وہ پتیری تھی یا خمیری تھی، ہلاکو خان نے ان کے باہمی اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، بغداد کو تاخت وتاراج کر کے رکھ دیا تھا۔ یہی حال ہمارے ملک میں بھی آج کل چل رہا ہے، کچھ لوگ سیلاب زدگان کی اعانت وامداد کے لئے شبانہ روز مصروفِ عمل ہیں اور کچھ لوگ سیاسی جلسے کر کے اپنے مفادات کی جنگ جیتنے میں مصروفِ عمل ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ کچھ لوگوں کی طرف سے یہ بحثیں بھی زور وشور سے چل رہی ہیں کہ سیلاب خدا کا عذاب ہے یا نہیں، ادھر سیلاب انسانوں کو تاخت وتاراج کرتا چلا جا رہا ہے۔

میرے ہم وطنو! ان کلامی ابحاث کے لئے عمر پڑی ہے، جو لوگ اسے عذاب نہیں سمجھتے وہ کم از کم اسے آزمائش ہی سمجھ لیں، اور لوگوں کو ان کلامی ابحاث میں الجھا کر سسکتی انسانیت کے ساتھ تعاون کے راستہ میں رکاوٹ نہ بنیں، اللہ کریم ہی ہم سب کو اس کی سمجھ نصیب فرمائے اور سیلاب زدگان کو اس کڑی آزمائش سے نجات نصیب فرمائے۔ آمین بحرمۃ رحمۃ للعالمین۔'' (خاطرات از مولانا محمد فیاض خان سواتی)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عیاشانہ زندگی کے خطرناک نتائج

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

بادشاہوں اور امیروں کی اس طرح عیاشانہ زندگی بسر کرنے سے بہت سے خطرناک امراض پیدا ہو گئے جو حیاتِ معاشری کے ہر شعبے میں داخل ہو گئے، اور یہ حالت ایسی ہمہ گیر ہوگئی کہ وبا کی طرح ساری مملکت میں سرایت کر گئی، اور اس سے نہ بازاری بچا اور نہ دیہاتی، نہ امیر محفوظ رہا نہ غریب، یہاں تک کہ ہر شخص اس کی خرابیاں دیکھ کر مگر علاج نہ پا کر عاجز آ گیا اور بے حد و نہایت مالی مصائب میں مبتلا ہو گیا۔

اس ہمہ گیر مالی مصیبت کا سبب یہ تھا کہ یہ سامانِ عیش کثیر دولت صرف کیے بغیر حاصل نہ ہو سکتا تھا، اور مالِ خطیر تاجروں وغیرہ پر نئے ٹیکس لگانے اور پہلے کے لگے ہوئے ٹیکس بڑھانے کے سوا حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ پھر ان لوگوں کو طرح طرح سے تنگ کر کے ٹیکس وصول کیے جاتے تھے اور اگر ٹیکس دینے سے انکار کرتے تو ان کے خلاف فوجی کارروائی کی جاتی اور انہیں گرفتار کر کے طرح طرح سے عذاب دیا جاتا تھا۔ اور اگر وہ اطاعت شعاری کے ساتھ ٹیکس ادا کرتے رہتے تو ان سے ٹیکس وصول کرتے کرتے ان کو گدھوں اور بیلوں کے درجے پر پہنچا دیا جاتا جن سے آب پاشی، فصل کاٹنے اور گاھنے کا کام لیا جاتا ہے۔ اور جن کو صرف اس لیے زندہ رکھا جاتا ہے کہ ان سے حاجت براری کی جاتی ہے۔

اس تنگ حالی اور بے سرو سامانی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ عوام ٹیکس ادا کرنے اور اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے کمانے کے سوا اور کوئی کام کر ہی نہیں سکتے۔ چہ جائیکہ سعادتِ اخروی کے متعلق کچھ سوچ سکیں اور رفتہ رفتہ ان میں اس طرح فکر کرنے اور سوچنے کا مادہ ہی فنا ہو جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ملک میں ایک شخص بھی ایسا نہیں رہتا کہ وہ مادی اسباب کے حصول سے اوپر نظر اٹھا کر غیر مادی کائنات کے اصولِ حیات کے مطابق بھی کوئی حرکت کر سکے۔

(حجة الله البالغة)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com